ماہنامہ

المرشد

لَاتَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰی لَایُقَالَ فِی الْاَرْضِ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

بیشک اللہ اللہ کرنے والا ایک فرد بھی دنیا میں موجود ہوگا تو قیامت نہیں آئے گی

دین اس علم کا نام ہے جو نبی کریمؐ نے عطا فرمایا اور تصوف اس خلوص اور قلبی کیفیات کا
نام ہے جو دل کی گہرائی سے ان معلومات پر عمل کرنے کی توفیق سے ملتا ہے

حضرت شیخ المکرم
امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

نومبر 2012ء
ذوالحج / محرم 1433ھ

تصوف

تصوف کیا ہے؟

موجودہ دور میں انسان کی تکالیف و پریشانیاں بڑھتی ہی جا رہی ہیں۔ ہم دعویٰ ایمان تو کرتے ہیں مگر ہمارے اعمال اس دعویٰ کی نفی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ہم عشقِ رسول ﷺ کے دعویدار ہیں مگر جب عملی زندگی کی باری آتی ہے تو ہر کام اپنے حبیب رسول ﷺ کی شریعت سے ہٹ کر ہوتا ہے۔ عبادات بھی محض ایک ورزش بنی رہتی ہیں۔ آدمی کو عبادت میں وہ لذت نصیب نہیں ہوتی کہ میں اللہ کو روبرو دیکھ رہا ہوں۔ جب عبادات میں سے خلوص منفی ہو جائے تو ان کی روح نکل جاتی ہے اور شاید یہی وجہ ہے کہ ہماری بیشتر بے روح عبادات ہمیں برائیوں سے روکنے کا کام نہیں کرتیں جو عبادات کا مقصد ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ برائی کیا ہے اور اچھائی کیا مگر برائی کو چھوڑنا اور اچھائی کو اپنانا یہ ہم سے نہیں ہو پاتا۔ ان سب کی وجہ ذکر الٰہی سے ہماری غفلت ہے۔ ذکر اللہ ہر عبادت کی روح ہے یہ ہر عبادت میں اخلاص پیدا کر کے اسے قبولیت کے قابل بناتا ہے۔ ذکر الٰہی جب دل کی دھڑکن بنتا ہے، خون کا حصہ بنتا ہے تو سارا بدن خود بخود اصلاح کی طرف چل پڑتا ہے۔ جیسے حضور ﷺ نے فرمایا کہ بدن میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے یہ بگڑ جائے تو سارے بدن کو بگاڑ دیتا ہے، سدھر جائے تو سارے جسم کو سدھار دیتا ہے۔ غور سے سن لو، یہ قلب ہے۔ اس لیے جب ذکر اللہ کا بیج دل میں بویا جاتا ہے اور یہ پنپ کر پودا بنتا ہے تو اخلاقیات، ایمانیات، اعتقادات، اعمال ہر چیز سدھرنا شروع ہو جاتی ہے۔ اللہ اللہ کرنے سے دل کو ایسی جلا ملتی ہے کہ وہ اچھائیاں چن لیتا ہے اور خرافات کو چھوڑ دیتا ہے۔ ایک تجسس پیدا ہو جاتا ہے اور بندہ خود صحیح چیزیں تلاش کر کے ان کو اپنا لیتا ہے۔

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست: حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

ماہنامہ المرشد

نومبر 2012ء ذوالحجہ ۱۴۳۳ھ / محرم ۱۴۳۴ھ

جلد نمبر 34	شمارہ نمبر 3

مدیر: محمد اجمل

سرکولیشن منیجر: محمد اسلم شاہد

قیمت فی شمارہ 45 روپے

PS/CPL#15

فہرست

اقوالِ شیخ	انتخاب	2
اداریہ	ابوالاحمدین	3
طریقہ ذکر		4
بیعت تصوف	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	5
دم اور تعویز کی شرعی حیثیت	نوید اشرف	11
مسائل السلوک	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	15
حضرت خدیجہؓ	اُم فاران	21
اکرم التفاسیر	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	27
فضائل صدقات وخیرات	ابو محمد حفیظ الرحمن	31
سوال اوران کے جواب	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	35
Purity of Intention	Ameer Muhammad Akram Awan	45
Hayat-e-Javidan (CH: 15)	Abul Ahmadain Translation: Naseem Malik	48

بدل اشتراک

پاکستان	500 روپے سالانہ
بھارت / سری لنکا / بنگلا دیش	1200 روپے
مشرق وسطی کے ممالک	100 ریال
برطانیہ - یورپ	35 اسٹرلنگ پاؤنڈ
امریکہ	60 امریکن ڈالر
فار ایسٹ اور کینیڈا	60 امریکی ڈالر

ویب سائٹ سلسلہ عالیہ www.oursheikh.org

ناشر عبدالقدیر اعوان

انتخاب جدید پریس لاہور 0423-6314365

سرکولیشن ورابطہ آفس: ماہنامہ المرشد
17 اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ ٹاؤن شپ، لا

Ph: 042-35182727
Fax: 042-35180381
E-mail: monthlyalmurshed@gmail.com

مرکزی دفتر: دارالعرفان ڈاکخانہ نور پور ضلع چکوال۔

Ph: 0543-562200
Fax: 0543-5621198
E-mail: darulirfan@gmail.com

اقوال شیخ

1- قرآن حکیم کا تصور موت وحیات یہ ہے کہ جسے نور ایمان نصیب ہے وہ زندہ ہے جس میں نور ایمان نہیں وہ مردہ ہے۔

2- انبیاءؑ، صحابہؓ اور اولیاء اللہؒ کی محبت آخرت کی محبت ہے۔ اور آخرت کی محبت اللہ کی محبت ہے۔ اخروی نعمتوں کی طرف رغبت اللہ کی طرف رغبت ہے۔

3- مسلمان جس طرح خود نیکی پر کار بند ہو اور برائی سے بچتا ہو اسی طرح دوسروں کو بھی تلقین کرے اور ان کی بھلائی کے لیے دعا کرے نہ کہ ان پر طنز کرے۔

4- مسلمانوں میں سے بھی جن لوگوں کے دل زبان کا ساتھ نہیں دیتے سخت مزاج ہوتے ہیں اور جن کے دل ذکر الٰہی سے منور ہیں وہ پر خلوص اور محبت کرنے والے ہوتے ہیں۔

5- انسان اگر ذات باری سے دور ہوتا چلا جائے تو دل انوارات سے خالی ہو کر شیطان کی قرار گاہ بن جاتا ہے۔

6- جس طرح اندھیرے میں چیزیں سجھائی نہیں دیتیں اسی طرح جب دل میں تاریکی آتی ہے تو حقوق کا احترام ختم ہو جاتا ہے۔

7- شکر کرنے کی عملی صورت خلوص دل سے اللہ کی اطاعت میں اپنی پوری کوشش صرف کرنے کا نام ہے۔

اداریہ

گستاخ رسول ﷺ اور ہمارا کردار

جنہوں نے آقائے نامدار ﷺ کو تسلیم نہیں کیا، وہ بدنصیب ہیں اور جب کسی کی خطائیں بہت بڑھ جاتی ہیں تو پھر وہ توہین رسالت پر آجاتا ہے۔ یہ آخری جرم ہے جو کوئی بدبخت کرتا ہے۔ توہین رسالت مشرکین بھی کرتے تھے، مکہ مکرمہ میں عملاً کرتے۔ زبانی طعن و تشنیع کرتے، پتھر مارتے، ایذا دیتے۔ اس کا جواب مسلمان کیا دیتے تھے؟ مسلمان اس کا جواب حرف بہ حرف اطاعت کر کے دیتے تھے۔ مدینہ منورہ میں بھی کچھ ایسے بدزبان تھے جن کی بدزبانی کو حضور ﷺ نے محسوس کیا تو مسلمانوں نے جان لڑا کر انہیں قتل کر دیا۔ کعب بن اشرف ایک یہودی تھا حضور ﷺ نے فرمایا اس کی باتیں حد سے بڑھ گئی ہیں، کوئی ہے جو اس سے جان چھڑا دے؟ صحابہ کرامؓ نے بہت بڑے محفوظ قلعے میں جا کر اسے قتل کر دیا۔ فتح مکہ کے موقع پر گنتی کے کچھ لوگ تھے جو حضور ﷺ کے خلاف شعر کہتے، زبانی ایذا دینے کی کوشش کرتے، بہتان تراشی کرتے۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ لوگ اگر حرم میں بیت اللہ کے پردوں سے بھی لپٹے ہوئے ہوں تو انہیں قتل کر دیا جائے اور وہ قتل کئے گئے حالانکہ سارے شہر کو عام معافی دے دی گئی تھی۔ لیکن کیا اگر کوئی کافر توہین کرتا تو صحابہ کرامؓ آپس میں لڑ پڑتے تھے، اپنی املاک جلا دیتے تھے؟ محبت کی یہ کون سی قسم ہے کہ آپ سڑکوں پر نکل جائیں، کسی کی گاڑی توڑ دیں، کسی کا دفتر، کسی کا گھر جلا دیں۔ اب میڈیا میں اہل مغرب، کفار اور اس بدطینت انسان پر تنقید ہو رہی ہے لیکن تنقید کرنے والوں کا حلیہ اور لباس کفار کا ہے۔ اس قوم کا عشق کیسا ہے؟ اللہ کی عبادت، فرائض، واجبات، نماز اور روزہ تک چھوڑ دیں گے۔ حرام کھا رہے ہیں، ایک دوسرے کو لوٹ رہے ہیں، عشق رسول ﷺ پتہ نہیں کون سے کونے میں ہے۔ یہ عشق رسول ﷺ نہیں ہے۔ لوگوں میں تماش بینی کا اور شور شرابے کا شوق ہے۔ عشق وہ انمول نعمت ہے جسے ہمیشہ عشاق چھپاتے ہیں لیکن وہ چھپا نہیں کرتا۔ عشق اور مشک چھپائے نہیں چھپتے۔ وہ عاشق کی اداؤں، اس کے کردار اور گفتار سے ظاہر ہوتا ہے۔ ہمارا کون سا کردار ہے جس سے عشق رسول ﷺ ظاہر ہو؟ کیا ہم حرام پر رک جاتے ہیں، حلال پر قناعت کرتے ہیں۔ کیا ہم جھوٹ چھوڑ چکے ہیں؟ کیا سچی بات کہتے ہیں؟ کیا ہم بڑوں کی عزت اور چھوٹوں سے پیار کرتے ہیں؟ کیا ہمارے اخلاقیات وہ ہیں جو نبی کریم ﷺ نے تعلیم فرمائے؟ اب باطن بنانا تو بہت مشکل ہے لیکن ظاہر پہ تو کوئی زور نہیں لگتا۔ کیا ہمارا ظاہر سنت کے مطابق ہے؟ اگر ہم ظاہر بھی سنت کے مطابق نہیں رکھ سکتے تو عشق کی بات کہاں؟ میدان اُحد میں نبی کریم ﷺ کا چہرہ انور زخمی ہو گیا، دندان مبارک شہید ہو گئے۔ آپ ﷺ نے دعا کے لئے ہاتھ اُٹھا دیئے۔ نبی کریم ﷺ یہ سمجھتے تھے کہ کسی نے اللہ کے آخری رسول ﷺ کا دانت شہید کیا ہے اور رُخ اقدس ﷺ کو زخمی کیا ہے اس پر ابھی عذاب آئے گا۔ اس لئے اسی زخمی حالت میں حضور ﷺ نے ہاتھ اُٹھا دیئے۔ "یا اللہ میری قوم سے درگزر فرما یہ جاہل ہیں تیرے نبی کی عظمت سے ناآشنا ہیں، یہ اپنے ایک قریشی بھائی محمد بن عبداللہ سے لڑ رہے ہیں، تیرے رسول ﷺ کی رسالت سے نابلد ہیں، انہیں معاف کر دے" یعنی (بقیہ صفحہ نمبر 41 پر ملاحظہ فرمائیں)

ذکر کا فائدہ یہ ہے کہ بندے کو اپنے کچھ نہ ہونے اور اللہ کے سب کچھ ہونے کا احساس ہو جائے۔

ذاتِ باری کے معاملے میں اپنے نہ ہونے کا ادراک ہو جائے کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں سب کچھ وہ ہے۔

شیخ المکرّم امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

طریقہ ذکر

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ

مکمل یکسوئی اور توجہ کے ساتھ ہر سانس کی آمد و رفت پر اس طرح گرفت ہو کہ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھُو'' کی چوٹ قلب پر لگے۔ دوسرے لطیفے کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھُو'' کی چوٹ دوسرے لطیفے پر لگے۔ اسی طرح تیسرے چوتھے اور پانچویں لطیفہ کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھُو'' کی چوٹ اس لطیفہ پر لگے جو کیا جا رہا ہو۔ دیئے گئے نقشے میں انسان کے سینے، ماتھے اور سر پر لطائف کے مقامات بتائے گئے ہیں جن کا خیال کر کے ذکر کیا جاتا ہے۔

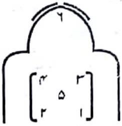

چھٹے لطیفہ کو کرنے کا طریقہ

ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھُو'' کا شعلہ پیشانی سے نکلے۔

ساتویں لطیفہ کو کرنے کا طریقہ

ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھُو'' کا شعلہ پورے بدن کے ایک ایک مسام اور خلیہ سے باہر نکلے۔

ساتویں لطیفہ کے بعد پھر پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ سب سے پہلے بیان ہوا ہے۔ ذکر کے دوران سانس تیزی اور قوت سے لیا جائے اور ساتھ ہی جسم کی حرکت جو سانس کے تیز عمل کے ساتھ خود بخود شروع ہو جاتی ہے۔ پورا خیال رہے کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر سے خالی نہ ہو۔ توجہ قلب پر مرکوز اور ذکر کا تسلسل ٹوٹنے نہ پائے۔

رابطہ: ساتوں لطائف کے بعد رابطہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ یہ ہے۔ ساتویں لطیفہ کے بعد پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے اور پھر رابطہ کے لئے سانس کی رفتار کو طبعی انداز پر لا کر ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' قلب کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھُو'' کی چوٹ عرش عظیم سے جا ٹکرائے۔

بیعت تصوف

شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُبَایِعُوۡنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوۡنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡھِمۡ فَمَنۡ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنۡکُثُ عَلٰی نَفۡسِہٖ وَمَنۡ اَوۡفٰی بِمَا عٰھَدَ عَلَیۡہُ اللّٰہَ فَسَیُؤۡتِیۡہِ اَجۡرًا عَظِیۡمًا

بیعت سے مراد بک جانا اور بیعت تصوف سے مراد ہے اپنے آپ کا، اپنے اختیارات کا، اپنی سوچ وفکر کا سودا کرنا اور اصطلاح شریعت میں یہ ایک معاہدہ ہوتا ہے بیعت لینے اور بیعت کرنے والے کی طرف سے۔ دینے والے کی طرف سے یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ بیعت ہونے والے کو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے احکام سے آگاہ فرمائے اور اس کی رہنمائی فرمائے، بیعت کرنے والے کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ اس پر اعتماد کرے۔ کسی سے بیعت کرنے سے پہلے یہ دیکھ لینا چاہیے کہ جس شخص سے بیعت کر رہا ہوں اس کی حیثیت کیا ہے؟ دینی معلومات اور دین پر عمل دونوں چیزوں کے متعلق پہلے تحقیق کر لینی چاہیے کیسے پتہ چلے کہ کون بندہ کیسا ہے؟ یہ بہت مشکل کام ہے۔ لوگ بظاہر کچھ اور نظر آتے ہیں، درحقیقت کچھ اور ہوتے ہیں۔ "ایک چہرے پر کئی چہرے چڑھا لیتے ہیں لوگ"۔ دیکھنے میں بڑے بھلے لگتے ہیں لیکن بڑے خوفناک لوگ ہوتے ہیں۔ تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ اس کے اردگرد والوں کو یا ملنے والوں کو، اس کے پاس بیٹھنے والوں کو یا اس سے بیعت ہونے والے کو دیکھے اگر وہ اصلاح پذیر ہیں اور پہلے کی نسبت اب نیکی کی طرف جا رہے ہیں تو یقیناً وہ شخص نیک ہے لیکن اگر اس کے ملنے جلنے والے یا اس کے پاس رہنے والے یا اس کے ساتھ بیعت کرنے والوں کا حال پہلے سے بھی خراب ہو رہا ہے تو پھر وہ حضرات صحیح نہیں ہیں۔

بیعت کی بہت سی اقسام ہیں جن میں سے چیدہ چیدہ تین اقسام کا ذکر کیا جاتا ہے۔ بیعت امارت ہوتی ہے کہ کسی کو آپ اپنا امیر بناتے ہیں اور وہ ضروری نہیں کہ ملکی سطح پر ہو کہیں دس بندوں کی جماعت جا رہی ہو تو ایک امیر ہے بلکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ دو مسلمان بھی کسی کی طرف جائیں تو ان میں سے ایک امیر ہونا چاہیے۔ دوسری بیعت اصلاح یا بیعت ارشاد ہے۔ بیعت اصلاح یہ ہے کہ جس شخص سے آپ بیعت کرتے ہیں وہ روزمرہ کے معمولات میں رہنمائی کرنے کا علم بھی رکھتا ہو خود عمل بھی کرتا ہو۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ بہت فاضل ہو، بہت بڑا عالم ہو لیکن کم از کم روزمرہ کے جو مسائل پیش آتے ہیں ان کے بارے ضرور علم رکھتا ہو اور رہنمائی کر سکتا ہو تو ایسے شخص سے بیعتِ اصلاح جائز ہے۔ بیعتِ اصلاح کے لئے کسی شجرے یا کسی سلسلے کا ہونا ضروری نہیں ہے اس کی شرط صرف ایک ہے کہ جس شخص سے آپ بیعت ہو رہے ہیں وہ روزمرہ کے معاملات میں رہنمائی کر سکتا ہو۔

سلاسل تصوف میں جو بیعت لی جاتی ہے یعنی "بیعت تصوف"، اس میں فرق ہے۔ بیعت تصوف اخذ برکات نبوی کے لئے ہوتی ہے اور اس میں جو شخص بیعت لیتا ہے اس کے لئے ایک

شرط ہے۔ حضرت جیؒ نے دلائل السلوک میں اس کا ذکر کیا ہے۔ متقدمین سے بھی یہ چیز آرہی ہے اور حضرت جیؒ نے دلائل کے ذریعے متقدمین کی وساطت سے اس کی وضاحت فرمائی ہے۔ بیعت تصوف کم ازکم ایسے شخص سے کی جائے جو فنا فی الرسول کرانے کی استعداد رکھتا ہو۔ اگر خود نہیں ہے یا خود فنا فی الرسول ہے لیکن دوسرے کو نہیں کراسکتا (یہ ضروری نہیں کہ جو خود فنا فی الرسول ہو وہ دوسرے کو بھی کراسکتا ہو) تو اگر وہ دوسرے کو فنافی الرسول نہیں کراسکتا تو اس سے بیعت تصوف درست اور جائز نہیں ہے۔ ہمارے ہاں بیعت ہونا ایک رواج ہے اور بڑی حد تک ہر مسلمان اسے ضروری سمجھتا ہے لیکن اس کی خانہ پری ہی کی جاتی ہے۔ جہاں کہیں کوئی مل گیا یا سن لیا یا خاندانی یا موروثی طور پر کسی سے بیعت چلی آرہی ہے تو بیعت ہو گئے اور بات ختم ہو گئی اور اس پر مصیبت یہ ہے کہ اسے بہت پکا سمجھتے ہیں۔ نہ ہی شیخ کوئی رہنمائی کرتا ہے نہ مرید کوئی راستہ پوچھتا ہے بلکہ یہ سمجھا جاتا ہے کہ امور دنیا میں یہ شیخ صاحب میرے معاون ہوں گے اور اوصاف باری لوگوں میں، انسانوں میں ماننا شروع کردیتے ہیں، کہ ان کی وجہ سے صحت ملے گی ان کی وجہ سے روزی ملے گی، اولاد ہوگی، یہ ہوگا۔ وہ ہوگا۔ یہ سب فضولیات ہیں صحت، بیماری، رزق، روزی، زندگی اور موت یہ اللہ کریم کے طے شدہ امور ہیں اس کے اپنے دست قدرت میں ہیں۔ جو دوسروں سے بیعت لیتے ہیں وہ خود بھی بیمار ہوتے ہیں، دوسروں کو شفاء کیا دیں گے۔ جو دوسروں سے بیعت لیتے ہیں مال میں تنگی اور فراخی ان پر بھی آتی ہے، محنت ومزدوری انہیں بھی کرنا پڑتی ہے، وہ بھی پیدا ہوتے ہیں مر جاتے ہیں پھر دوسروں کے معاملات میں کیا مدد کریں گے؟ بیعت تصوف سے مراد حصول برکات ہوتا ہے اور بزرگ فرماتے ہیں کہ کسی شخص کو کسی کی صحبت میں ایک مراقبہ احدیت نصیب ہو جائے تو زندگی بھر مزید کسی دلیل کی ضرورت نہیں رہتی۔ انسان کو اپنے ذاتی تجربے اور اپنے علوم پر بھی اعتماد کرنا چاہیے، ہر سنی سنائی بات سچ نہیں ہوتی۔ بعض لوگوں کا شیوہ یہ ہوتا ہے ان کی اپنی زندگی تو برباد ہوتی ہے وہ کسی دوسرے بھلے آدمی کو برداشت نہیں کرتے اور طرح طرح کے الزام لگاتے ہیں، طرح طرح کی باتیں کرتے ہیں، طرح طرح کے طومار باندھتے ہیں اور عجیب بات ہے کہ اس ملک اور معاشرے میں جہاں ہر طرف برائی عام ہے کوئی روک ٹوک نہیں۔ بدکاری، شراب نوشی، جوا، ہر چیز کھلے عام ہوتی ہے اور پولیس کے تحفظ میں ہوتی ہے۔ کروڑوں کا جوا روزانہ ہوتا ہے، حکومت کی سر پرستی میں ہوتا ہے عام ہر جگہ، ہر کارنر میں ہو رہا ہے۔ بدکاری اس عہد کا فیشن ہے، عریانی اور فحاشی ہر طرف عام ہے کوئی ان پر تنقید نہیں کرتا، کہیں آپ اس کے بارے کوئی بات نہیں سنیں گے جہاں کہیں کوئی اللہ کا نام لیتا ہے وہاں پر ساری تنقیدی نگاہیں بھی جمع ہو جاتی ہیں۔ تو دوسروں کو سننے کی بجائے آدمی اپنے علم، اپنی معلومات، اپنے تجربات پر بھروسہ کرے تو بہتر رہتا ہے۔ یہ برکات نبوت ہیں وہ انوارات جو قلب رسول ﷺ سے جاری ہوتے ہیں ان کا حصول ہے۔ سلوک کے حصول سے علمی زندگی میں دو اثرات ظاہر ہوتے ہیں پہلا اثر تو یہ ہوتا ہے کہ احکام شریعت کی طلب پیدا ہو جاتی ہے، جی چاہنے لگتا ہے کہ جو کام بھی کرنے لگا ہوں اس کا شرعی طریقہ معلوم ہو اور اسے شریعت کے مطابق کروں اور یہ چیز زندگی کا حاصل ہے۔ انسان کے پاس یہ جو تھوڑی بہت زندگی اور تھوڑا بہت وقت جو اس عالم میں ہے اسی لئے ہے کہ اس عالم، اس دنیا کے امور کو اللہ کریم اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے مطابق انجام دے۔ اس پر آخرت اسے انعام میں عطا کی جاتی ہے۔ انعام کی حد نہیں ہوتی، کوئی انعام متعین نہیں ہوتا یہ انعام دینے والے کی مرضی ہوتی ہے کہ کسی کو سو گنا دے یا کسی کو ہزار گنا دے یا کسی کو لاکھوں گنا دے یہ اس کی عطا پر منحصر ہوتا ہے دوسری چیز جو اس بات کی دلیل ہے کہ میرے

دل میں برکات نبوی ﷺ ہیں وہ یہ ہے کہ جو کام بھی آدمی کرتا ہے اس میں اس کا خلوص شامل ہوتا ہے۔ خانہ پری کے لئے نہیں کرتا ہم ملازم لوگ ہوتے ہیں سرکاری ڈیوٹی انجام دیتے ہیں کوشش کرتے ہیں کہ غیر حاضری نہ لگے اور میرے ذمے کا کام ہوتا رہے۔ اس میں خلوص نہیں ہوتا مجبوری ہوتی ہے کہ وہ کام پورا کیا جائے۔ برکات نبوت نہ ہوں تو دین بھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ آدمی نماز روزہ کر لیتا ہے لیکن خانہ پری کرتا ہے پھر بعض امور میں دین کے خلاف چلا جاتا ہے اگر برکات نبوت نصیب ہوں تو پھر شریعت کے ایک ایک حکم پر عمل کرنے کو جی چاہتا ہے اور اس میں جتنی برکات نصیب ہوتی ہیں خلوص میں اتنی گہرائی اور آ جاتی ہے اور خلوص نیت سے اتباع نبوت مقصد حیات بن جاتا ہے۔

یہ تو چند روزہ زندگی ہے بادشاہوں کی بھی بسر ہو جاتی ہے اور فقیر کی بھی بسر ہو جاتی ہے کسی حکمران نے محل کے جھروکے سے دیکھا تو کہیں ایک پتھروں کا ڈھیر لگا ہوا تھا اور اس پر کوئی فقیر پڑا سو رہا تھا۔ وہ رات بھر ان پتھروں پر سوتا رہا تو بادشاہ کو بڑی حیرت ہوئی کہ ان کونے ہوئے پتھروں پر بھی جن کے بے شمار کونے ہوتے ہیں ان پر بھی آدمی سو سکتا ہے؟ تو اس نے حکم دیا کہ اسے دربار میں پیش کیا جائے اسے جب لایا گیا تو اس نے سوال کیا کہ میں جاننا چاہتا ہوں کہ تمہاری یہ رات کیسے بسر ہوئی اس نے کہا بادشاہ سلامت! کچھ تو آپ جیسی گذری ویسی جیسی آپ کی گذری میری گذری ہم دونوں برابر تھے، کچھ آپ سے بہت بہتر تھی۔ تو وہ اور بھی حیران ہوا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ میں شاہی محل میں ہوں اور تم پتھروں پر سو رہے ہو اور تم کہتے ہو میری رات کچھ آپ جیسی گذری کچھ آپ سے بہتر گذری۔ اس نے کہا حضور! جب آپ بھی سو گئے اور میں بھی سو گیا تو دونوں خواب غفلت میں چلے گئے دونوں ایک جیسے تھے۔ نہ آپ کو پتہ تھا کہ میں شاہی محل میں سو رہا ہوں نہ مجھے خبر تھی کہ پتھروں پر پڑا ہوں، تو سوتے ہوئے جو گذری وہ آپ کی اور میری ایک جیسی گذری اور جو جاگتے ہوئے گذری، آپ جاگتے ہی اپنی پریشانیاں سوچتے رہے میں جتنی دیر جاگتا رہا اللہ کا ذکر کرتا رہا تو جو جاگتے ہوئے گذری وہ آپ سے بہت بہتر گذری کہ آپ دنیا کو سوچتے رہے، میں اللہ کو یاد کرتا رہا۔ زندگی بادشاہ کی بھی بسر ہو جاتی ہے اور فقیر کی بھی۔ بادشاہت کے ساتھ بادشاہی ذمہ داریاں بھی ہوتی ہیں، ہر بندے کو طلب ہوتی ہے کہ میں امیر ہو جاؤں دولتمند ہو جاؤں، صاحب اقتدار ہو جاؤں لیکن ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ ہر صاحب اقتدار پر بے پناہ ذمہ داریاں بھی ہوتی ہیں جن کا محاسبہ بھی ہوگا جن کا حساب ہوگا، اور جتنی حیثیت دنیا میں کم ہوتی ہے اتنی ذمہ داریاں کم ہوتی ہیں اگر یہ بات لوگوں کی سمجھ میں آ جائے تو شائد وہ اقتدار سے بھاگیں اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد یہ بھی ہے کہ اقتدار ایسے لوگوں کو سونپو جو اقتدار سے بھاگتے ہوں جو اقتدار کے خواہش مند ہیں انہیں اقتدار مت دو کہ وہ آخرت سے غافل ہوتے ہیں۔ برکات نبوت جب نصیب ہوتی ہیں تو دو نتیجے ہم دیکھ سکتے ہیں اور ہر کوئی اپنے آپ میں دیکھ سکتا ہے۔ دوسرے کا معاملہ رب العالمین کے ساتھ ہے۔ اپنے آپ میں ہر کوئی دیکھ سکتا ہے کہ عملی زندگی میں شریعت پر عمل کرنے کی طلب پیدا ہو جاتی ہے۔ بتقاضائے بشریت جہاں غلطی ہو جائے دکھ ہوتا ہے، افسوس ہوتا ہے اور آدمی توبہ کرتا ہے، رجوع الی اللہ کرتا ہے، اللہ کی بخشش چاہتا ہے اور آئندہ کے لئے توفیق عمل چاہتا ہے۔ دوسری بات یہ ہوتی ہے کہ اس میں خلوص پیدا ہو جاتا ہے جو عمل بھی آدمی کرتا ہے وہ کسی کو دکھانے کے لئے یا پارسائی کا ڈھنڈورا پیٹنے کے لئے نہیں کرتا بلکہ اللہ کریم کو راضی کرنے کے لئے اسے خالصتاً اللہ کی رضا کے لئے کرتا ہے، اللہ کے نبی ﷺ کا اتباع کرتا ہے، آپ ﷺ کی اطاعت کرتا ہے۔ تو یہ دو چیزیں ہیں کہ شریعت پر عمل کے لئے دل کرتا ہے اور عمل میں خلوص پیدا ہو جاتا ہے۔ ایمان کیا ہے؟ بظاہر اس کا سادہ سا مفہوم

ہے حضور اکرم ﷺ کی صداقت پر اعتبار آجائے، اعتماد علی الرسول کا نام ایمان ہے۔ اللہ کی ذات اور صفات پر ایمان کس نے بتایا؟ نبی کریم ﷺ نے۔ عہد جاہلیت میں بھی کچھ ایسے لوگ تھے جو بتوں سے بیزار تھے لیکن وہ نہیں جانتے تھے کہ اللہ کی رضا کن امور میں ہے، اللہ کیسا ہے؟ اس کی ذات کیسی ہے؟ اس کی صفات کیسی ہیں؟ تو اللہ پر ایمان بھی حضور ﷺ کی صداقت پر اعتماد کا نام ہے کیونکہ خبر حضور ﷺ نے دی ہے اور خبر دینے والے پر اعتبار ہوگا تو خبر پر بھی اعتبا ہوگا۔

تو اگر لطائف ہی منور ہو جائیں تو سلطان الاذکار سے، ہر ذرہ بدن سے ایک نور کی تار نکلتی ہے جس کا تعلق قلب اطہر رسول اللہ ﷺ سے ہوتا ہے۔ ایمان بھی جب آدمی کو نصیب ہوتا ہے تو قلب اطہر رسول ﷺ اور قلبِ مومن کے درمیان نور کی ایک تار بن جاتی ہے اور اس پر اگر لطائف نصیب ہو جائیں اور سلطان الاذکار نصیب ہو جائے تو وجود کے ہر ذرے کا تعلق قلب اطہر ﷺ سے ہو جاتا ہے۔ سائنسدانوں کی تحقیق کے مطابق انسانی وجود میں دس کھرب سیل ہوتے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ اگر لطائف منور جائیں اور سلطان الاذکار نصیب ہو جائے تو دس کھرب تاریں ایک وجود سے قلب اطہر تک جاتی ہیں۔ اب انسان کا کردار اور اس کے یقین کی قوت ہے کہ وہ ان میں سے تاریں توڑتا ہے یا انہیں مزید مضبوط کرتا ہے۔ جتنی توفیق عمل ہوتی ہے اتنا شریعتِ مطہرہ پر عمل ہوتا ہے اور جتنے خلوص کے ساتھ ہوتا ہے وہ ان میں مضبوطی پیدا کرتا چلا جاتا ہے۔ جتنی خطائیں ہوتی ہیں، یقین میں کمی آتی ہے یا عمل چھوٹتا ہے تو وہ کہیں نہ کہیں، کچھ نہ کچھ تار توڑتا ہے۔ اب انسان کو دیکھنا یہ ہے کہ اگر وہ اس میں قوت نہیں لاسکتا تو کم از کم توڑنے سے تو اجتناب کرے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ جب ایک کپڑا بنتا ہے تو لاکھوں تاریں ایک ایک تار کر کے جوڑی جاتی ہیں پھر ان میں مزید تاریں لگائی جاتی ہیں تو ایک خوبصورت کپڑے کا تھان بن جاتا ہے اس میں سے آپ ایک تار بھی توڑتے جائیں تو وہ کٹا پھٹا ہوا ایک چیتھڑا بنے گا تھان نہیں۔ میں ایک دن کپڑا بنانے کا ایک کارخانہ دیکھ رہا تھا، لاکھوں تاریں ایک ایک کر کے مشین کے مختلف پرزوں سے نکل کر جمع ہو رہی تھیں عجیب بات جو میں نے دیکھی وہ یہ تھی کہ کئی سو گز لمبی ایک راہداری تھی جس میں دونوں طرف وہ مشینیں جن سے تاریں نکل رہی تھیں آگے جا کر جڑ رہی تھیں تو ان لاکھوں میں سے کہیں کوئی ایک تار ٹوٹ جاتی تو وہ سارا نظام رک جاتا۔ وہی مشین پھر از خود اسے جوڑتی تو پھر سارا نظام چلتا۔ کیسی عجیب بات ہے کہ مشینوں تک میں تو انسان نے اتنی سمجھ بوجھ رکھ دی، اتنا حساس اور sensitive انہیں بنا دیا کہ اگر لاکھوں تاریں مل کر ایک تھان بنا رہی ہیں، ایک تار ٹوٹتی ہے تو سارا نظام ٹوٹ جاتا ہے۔ وہ مشین اکثر اسے گرہ لگاتی ہے یا مرمت کرتی ہے پھر وہ خرادہ چل پڑتا ہے۔ ایک دم سے سارا شور رک جاتا ہے تو سمجھ آتی ہے یا آپریٹر وہاں پھر رہے ہوتے ہیں کہ کہیں کوئی تار ٹوٹی ہے وہ ایک کر دیتے ہیں لیکن وہ گرہ نہیں لگاتے مشین خود ہی کوئی جوڑ لگا دیتی ہے کہ تار پھر سے چلنا شروع ہو جاتی ہے۔ تو صحبت شیخ سے انسانی زندگی میں اگر یہ چیز آجائے کہ جو اتنی کھربوں تاریں ہیں ہمارے وجود سے قلب اطہر ﷺ تک ہمیں نصیب ہیں۔ ایک رشتہ ہے، کہیں کوئی تار ٹوٹے تو زندگی رک جائے، بندہ پریشان ہو جائے اور اسے پھر سے جوڑے۔ رجوع الی اللہ کرے، اللہ سے توبہ استغفار کرے، اللہ سے معافی چاہے اور آئندہ کی سلامتی چاہے تاکہ زندگی رواں ہو جائے۔ تو میں وہ کارخانہ دیکھ کر تصوف کا یہ مسئلہ سمجھا کہ کاش اتنا احساس، اتنی حساسیت، اتنی sensitivity اتباع شریعت اور تعلق رسالت میں نصیب ہو جائے تو مسئلہ ہی حل ہو گیا۔ جوں جوں درجات میں ترقی نصیب ہوتی ہے ان میں قوت آتی جاتی ہے، تعلق کی تاریں مضبوط ہوتی جاتی ہیں حتیٰ کہ ہر دل

ایک دریا، ایک سمندر بن جاتا ہے۔صوفیاء کو جنہیں مشاہدات نصیب ہوئے انہوں نے ان چیزوں کو بیان بھی کیا ہے جیسے سلطان باہوؒ فرماتے ہیں،

دل دریا سمندروں ڈونگے کون دلاں دیا جانے ھو

یعنی قلب پہ نظر کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ دریا تو دریا، سمندر کی وسعت اور سمندر کی گہرائی، کوئی شے اس دریا کی وسعت کا مقابلہ نہیں کر سکتی جو انوارات کے تانے بانے سے، نور کے آنے جانے سے دل میں بن گیا ہے۔

وچے بیڑے وچے جھیڑے وچے ونج مہاڑے ھو

ایک کائنات دل کے اندر آباد ہو جاتی ہے۔جس میں تیرنا، ڈوبنا، کشتیاں، جہاز، ملاح، سواریاں ایک نظام ہے اس طرح کا۔وہ فرماتے ہیں دل میں ایک جہاں آباد ہو جاتا ہے۔اس طرح کے شعر آپ نے اپنی اپنی زبانوں اور اپنے اپنے ادب میں دیکھے ہوں گے۔اردو میں دیکھتے ہیں، فارسی میں دیکھتے ہیں، عربی میں دیکھتے ہیں۔ہر زبان میں اپنی اپنی کیفیات ہیں جو بیان فرمائی گئی ہیں لیکن ان کیفیات، ان اشعار کو سمجھنے کے لئے بھی استعداد چاہیے، اس فن سے واقفیت چاہیے ورنہ تو لوگ لے اور سر میں، الفاظ کی گردش میں گم ہو کے رہ جاتے ہیں، حقائق سمجھ نہیں آتے۔تو بیعت تصوف سے مراد یہ ہے کہ یہ دولت اور یہ نعمت غیر مترقبہ نصیب ہو اور اس میں مزید ترقی ہوتی رہے۔وہ بڑھتی رہے یعنی اس میں زیادتی ہوتی رہے۔تو یہ عجیب راستہ ہے اس میں کوئی سکون نہیں ہے، ٹھہراؤ نہیں ہے کوئی پڑاؤ نہیں ہے۔اس میں یا ترقی ہوتی ہے یا تنزل ہوتا رہتا ہے یا زیادتی ہوتی رہتی ہے یا کمی ہوتی رہتی ہے۔اگر ذکر چھوٹے گا تو خلوص میں کمی آئے گی تو تنزل شروع ہو جائے گا کمی ہو جائے گی۔خلوص میں زیادتی آئے گی عمل میں زیادتی آئے گی تو ترقی ہوتی رہے گی۔یا ترقی ہوتی ہے یا تنزل ہوتا ہے، ٹھہرنے کی جگہ نہیں درمیانی راستہ کوئی نہیں ہے یا آدمی آگے بڑھتا رہتا ہے یا پیچھے ہٹتا رہتا ہے۔اور ایک ایک مراقبے، ایک ایک مقام میں اتنی وسعت ہے کہ مقام احدیت کے بارے حضرت جیؒ فرمایا کرتے تھے کہ پچاس ہزار نوری سال کا فاصلہ ہے۔نوری سال اس مدت کو گنا جاتا ہے جو روشنی کی رفتار سے ہے تو علماء ربانی فرماتے تھے کہ شیخ کی توجہ نصیب نہ ہو بندہ زندگی بھر مجاہدہ کرتا رہے، صرف احدیت کو بھی نہیں پا سکتا ہر مقام میں اتنی وسعت ہے کہ شیخ سے تعلق نصیب نہ ہو، وہ ہاتھ پکڑ کر آگے نہ لے جائے تو آدمی کی زندگی ختم ہو جائے اور ایک مراقبے کی وسعتیں ختم نہ ہوں۔تو یہ زندگی کا حاصل ہے، اللہ کا بہت بڑا انعام ہے، رب کریم کی بہت بڑی عطا ہے۔

ہمارے ابتدائی دنوں میں حضرت جیؒ کے ساتھ سلسلے کے ایک ساتھی زمیندار آدمی تھے وہ فوت ہو گئے۔وہ فرمایا کرتے تھے بھئی اس کام میں لگے رہو اس کی قیمت کا اندازہ تمہیں یہاں نہیں ہوگا جب قبر کی مٹی پر سر رکھو گے اور لوگ مٹی سے ڈھک دیں گے پھر تمہیں اندازہ ہوگا کہ یہ دولت کتنی ہے، کتنی قیمتی ہے اور اس کی کیا value ہے۔اس کا اندازہ لگانا یہاں ممکن نہیں ہے، وہاں جا کر پتہ چلے گا۔تو حقیقی زندگی تو موت سے شروع ہوتی ہے۔

موت کو سمجھا ہے غافل اختتام زندگی
ہے یہ شام زندگی، صبح دوام زندگی

بظاہر زندگی کا سورج ڈوب جاتا ہے لیکن حقیقی زندگی کا سورج موت ہی پر طلوع ہوتا ہے اور حقیقی زندگی کی ابتدا ہو جاتی ہے۔اور وہاں جا کر اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کتنی بڑی دولت ہے، کتنی بڑی نعمت ہے۔سید انور شاہ کشمیریؒ ہمارے اس عہد میں متقدمین کی مثال تھے۔بہت فاضل اور عہد ساز شخصیت تھے اور عجیب بات ہے انہوں نے زندگی بھر تصوف نہیں سیکھا، کہیں سے تصوف حاصل نہیں کیا، کہیں سے توجہ حاصل نہیں فرمائی، لیکن اس کے باوجود ان کے مشاہدات بہت تیز تھے۔ورع و تقویٰ اور نیکی کی وجہ سے صاحب کشف بھی

تھے۔ ان کا وصال ہو گیا اللہ ان پر کروڑوں رحمتیں فرمائے تو میں حضرتؒ کے ساتھ چکوال میں حافظ غلام نبی صاحب کی مسجد میں تھا۔ اس وقت بسیں بہت کم ملتی تھیں، گھنٹوں انتظار کرنا پڑتا تھا تو حضرتؒ نے فرمایا کہ اڈے پر انتظار کرنے کی بجائے حافظ صاحب کے پاس مسجد چلتے ہیں۔ حافظ غلام نبی صاحب اللہ غریقِ رحمت فرمائے بڑے تپاک سے ملے اور وہاں سائے میں مسجد کے صحن میں کافی دیر مجلس رہی۔ تو حافظ صاحب حضرتؒ جی کو بتانے لگے کہ میں علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے مزار پر فاتحہ خوانی کے لئے گیا تھا دو آدمیوں کے نام انہوں نے اور لئے جو مجھے یاد نہیں۔ حافظ صاحب خود بھی ذاکر تھے، ذکر کیا کرتے تھے، دو آدمی جو ساتھ تھے وہ بھی ذاکر تھے ان میں سے ایک صاحب کشف بھی تھا تو یہ بات حافظ صاحب نے بتائی کہ وہاں انہوں نے مراقبہ کیا تو علامہ نے تین باتیں انہیں فرمائیں دو باتیں تو ان کی ذاتی تھیں کہ میرے بیٹوں سے یہ کہیے گا، تیسری بات جو انہوں نے فرمائی وہ بڑی عجیب تھی وہ فرمانے لگے زندگی بھر یہ خیال رہا کہ شاہ ولی اللہ کے پائے تک مجھے بھی اللہ نے پہنچا دیا۔ قبر میں آ کے پتہ چلا کہ علوم ظاہریہ میں تو واقعی اللہ نے مجھے ان کا ہم پلہ بنایا لیکن ہم تو زندگی بھر یہ سمجھتے رہے کہ ساری زندگی جو قال اللہ و قال رسول کرتے رہے ہیں یہی تصوف بھی ہے۔ مسجد میں عمر گذر گئی، اللہ کا دین پڑھتے پڑھاتے، بیان کرتے سمجھاتے ،لوگوں کی اصلاح کرتے اب اور تصوف کیا ہوگا؟ لیکن یہاں آکر پتہ چلا کہ شاہ ولی اللہ تو کہیں بہت آگے ہیں اور ہم نے تو زندگی بھر اس کا پتہ ہی نہیں لیا۔ یہاں آ کے پتہ چلا کہ وہ بات تو کوئی اور تھی جسے ہم نے زندگی بھر ڈھونڈا ہی نہیں۔ تو اس پائے کی ہستیوں اور اس پائے کے افراد کو بھی اس طرح کی عجیب صورتحال پیش آئی۔ کہ وہ زندگی بھر اس چیز کو ایک الگ فن کے طور پر نہ سمجھ سکے۔ سب کچھ من جانب اللہ ہوتا ہے کہ وہ چاہے تو ایسے لوگوں کو عطا کر دے کہ جو ان کے مقابلے میں ذرہ بھی نہیں ہیں کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ تو تصوف دین کی اصل اور اساس ہے۔ دین اس علم کا نام ہے جو نبی کریم ﷺ نے عطا فرمایا اور تصوف اس خلوص اور قلبی کیفیات کا نام ہے جو دل کی گہرائی سے ان معلومات پر عمل کرنے کی توفیق سے ملتا ہے اور اپنے اعمال، اپنے کردار، اپنے افکار کو سوچا جائے اور ان پر پہرہ دینا چاہیے، اللہ کریم نے اگر یہ نعمت نصیب فرمائی ہے تو اس کی چوکیداری کرنی چاہیے اور زندگی خود ایک مجاہدہ ہے زندگی میں آسانیاں تلاش کرنے سے نہیں ملتیں۔ اللہ کریم پر بھروسہ کر کے، اللہ سے دعا کر کے، توفیق عمل طلب کر کے عمل میں مصروف رہنا چاہیے اللہ کریم آسان فرما دیتے ہیں اور آدمی کرے کچھ نہیں اور آسانی کا انتظار کرتا رہے تو اسے آسانی ملتی نہیں۔ زندگی ایک مسلسل عمل ہے، جدوجہد ہے اور اللہ کی عطا ہے۔ اللہ کریم توفیق عمل دے اور ان برکات کو سنبھالنے اور ان میں زیادتی کی توفیق دے۔ ہم گناہوں سے واقف نہیں ہیں ہم گن نہیں سکتے۔ زندگی بڑی آلودگیوں سے بھری ہوتی ہے اور خطائیں کر کے ہم بھول جاتے ہیں۔ ہم سے گناہ ہوتے ہیں اور ہمیں خبر نہیں ہوتی کہ ہم نے گناہ کیا ہے۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ نے استغفار پڑھنے کا حکم دیا ہے کہ روزانہ بندہ توبہ بھی کرتا رہے اور استغفار بھی پڑھتا رہے۔ جانے انجانے میں خطائیں ہوتی ہیں ان کی معافی طلب کرتا رہے اور اپنی منزل پر نظر رکھے۔

و آخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمین

> بیعت تصوف کم از کم ایسے شخص سے کی جائے جو فنا فی الرسول کرانے کی استعداد رکھتا ہو۔ اگر خود نہیں ہے یا خود فنا فی الرسول ہے لیکن دوسرے کو نہیں کرا سکتا (یہ ضروری نہیں کہ جو خود فنا فی الرسول ہو وہ دوسرے کو بھی کرا سکتا ہو) تو اگر وہ دوسرے کو فنا فی الرسول نہیں کرا سکتا تو اس سے بیعت تصوف درست اور جائز نہیں ہے۔

دم اور تعویذ کی شرعی حیثیت

نوید اشرف: واہ کینٹ

گزشتہ اجتماع میں دارالعرفان منارہ حاضری کا موقع ملا حضرت جی مَدَظِلُّہٗ سے اپنے چھوٹے بیٹے احمد کے لیے ایک نقش مانگا حضرت جی نے نقش دیا اور ساتھ میں فرمایا کہ چمڑے میں تعویذ بنا کر بچے کے گلے میں ڈال دیں۔ کچھ دن بعد میری بہن میرے گھر آئی اور کہنے لگی کہ اُس کا خاوند یعنی میرا بہنوئی کہہ رہا ہے کہ نوید اچھا خاصہ دیندار آدمی ہے سمجھدار بھی لگتا ہے لیکن عجیب مشرکانہ کام کیا ہے کہ بیٹے کے گلے میں تعویذ ڈال رکھا ہے۔ میں نے بہن سے زیادہ بحث کرنا مناسب نہ سمجھا اور صرف اتنا کہا کہ تعویذ پہننا جائز ہے۔ بات آئی گئی ہوگئی۔ میری اسی بہن کی چھوٹی بیٹی عموماً رات سوتے میں ڈر جاتی تھی میں نے اُسے کہا کہ میں حضرت مَدَظِلُّہٗ سے نقش لا دیتا ہوں انشاءاللہ ٹھیک ہو جائے گی مگر میری بہن نے کہا کہ اُس کا خاوند قطعاً تعویذ گلے میں ڈالنے کی اجازت نہیں دے گا وہ اسے سخت شرک سمجھتا ہے۔ بہن کی یہ بات سن کر میرا ماتھا ٹھنکا۔ کہ موصوف تو ہمیں مشرک تصور کیے بیٹھے ہیں۔ میری ذاتی تسلی کے لیے تو حضرت کے ارشادات ہی کافی تھے مگر اب معاملہ ایک ایسے شخص کا تھا کہ جو احادیث مبارکہ کے علاوہ کسی فقیہ یا محقق کا قول سننے کو تیار ہی نہ تھا اپنے پاس موجود ذخیرہ کتب میں تلاش شروع کی تو بے شمار اقوال تعویذ کے جائز ہونے کے ملے لیکن یہ سب علماء دیوبند کے تھے جن میں خلیل احمد سہارن پوری رحمتہ اللہ علیہ، مفتی کفایت اللہ رحمتہ اللہ علیہ، حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ، حضرت جی رحمتہ اللہ علیہ اور دیگر شامل تھے۔

مگر مسئلہ جوں کا توں ہی رہا کہ ہم تو صرف اعتبار کریں گے مجموعۂ احادیث پر۔ جیسا کہ یہ سب بزرگ اپنے اقوال اور فتاویٰ جات میں احادیث کو مدنظر نہ رکھتے ہوں گے۔ خیر سے پھر تلاش شروع کی تو الحمدللہ ایک کثیر تعداد احادیث مبارکہ کی ملی جس سے کہ تعویذ اور دم کرنے کی سند کو تقویت ملتی ہے۔ وہ سب تحریر کر کے بمعہ حوالہ جات اپنی بہن کے حوالہ کیے اور ساتھ ہی المرشد کو بھی بھیج رہا ہوں تاکہ ساتھی بھی استفادہ کر سکیں۔

تعویذ اور دم کے جائز ہونے کے حق میں احادیث

1۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ جناب رسول کریم ﷺ صحابہ کرامؓ کو خوف کے موقع پر اعوذ بکلمات اللّٰہ .... کی دعا پڑھنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرا اپنے بڑے سمجھدار بچوں کو یہ دعا سکھلا دیتے تھے اور چھوٹے ناسمجھ بچوں کے گلے میں تعویذ بنا کر لٹکا دیا کرتے تھے۔ (بحوالہ ابوداؤد صفحہ 543 جلد 2، ابوداؤد صفحہ 187 جلد 2 مطبوعہ لاہور، مسند احمد صفحہ 181 جلد 2 مطبوعہ بیروت)

ترمذی شریف صفحہ 192 پر جلد دوئم پر امام ترمذی رحمتہ اللہ علیہ نے اس حدیث کو حسن لکھا ہے۔

حضرت امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کے استاد حدیث ابوبکر ابن شیبہ رحمتہ اللہ علیہ حدیث نقل کرتے ہیں۔

ترجمہ: ام المؤمنین اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس بات

کو منع نہ کرتی تھیں کہ پانی میں تعویذ گھول کر وہ پانی مریض پر چھڑک دیا جائے۔ (بحوالہ ابن ابی شیبہ صفحہ 27 جلد 8)

ترجمہ: حضرت عوف بن مالک اشجعی کہتے ہیں کہ ہم زمانہ جاہلیت میں دم تعویذ کیا کرتے تھے پھر جب اسلام کا زمانہ آیا تو ہم نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ اِن دم تعویذ اور جھاڑ پھونک کے بارے میں کیا حکم فرماتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم اِن دم تعویذ کو مجھے سناؤ اِن کے کرنے میں کوئی حرج نہیں جب تک کہ اِن میں شرک نہ ہو۔ (بحوالہ صحیح مسلم صفحہ 224 جلد دوئم، ابوداؤد صفحہ 542 جلد دوئم)

ترجمہ: میں دم تعویذ کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتا تم میں سے جو شخص اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکے پس اُس کو چاہیے کہ اپنے بھائی کو نفع پہنچائے۔ (بحوالہ صحیح مسلم صفحہ 224 جلد دوئم)

ترجمہ: حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگ ایک سفر میں تھے میں نے ایک مار گزیدہ (سانپ کے ڈسے ہوئے شخص) کو سورۃ فاتحہ سے جھاڑا اور وہ اچھا ہوگیا اور معاوضہ میں جو 100 بکریاں ٹھہریں وہ وصول کرلیں پھر ہم نے آپس میں کہا کہ ابھی اِن بکریوں کو تصرف میں مت لانا جب تک کہ حضور ﷺ سے اِس بارے شرعی حکم دریافت نہ کرلیں۔ سو جب ہم حاضر ہوئے ہم نے آپ ﷺ سے ذکر کیا آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم کو کیسے خبر ہوئی کہ سورۃ فاتحہ سے جھاڑ پھونک بھی ہوتی ہے۔ پھر فرمایا کہ اِن بکریوں کو تقسیم کرلو اور میرا حصہ بھی لگانا۔ (بحوالہ ترمذی شریف صفحہ 26 جلد دوئم)

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ جب حضور ﷺ بیمار ہوتے آپ ﷺ معوذتین پڑھ کر دم کرتے اور پھر اپنے دونوں ہاتھوں پر دم کر کے اپنے جسم پر پھیر لیا کرتے تھے۔ پس جب آپ ﷺ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو میں نے معوذات جس سے آپ ﷺ دم کیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کے ہاتھوں پر دم کر کے آپ ﷺ کے جسم مبارک پر پھیرا۔ (بحوالہ صحیح بخاری جلد نمبر 2 صفحہ 639)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاد حدیث ابوبکر ابن شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں حضرت ابودجانہؓ کا بیان ہے کہ ہم نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں شکایت کی اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں اپنے بستر پر سوتا ہوں تو اپنے گھر میں چکی چلنے کی آواز سنتا ہوں اور شہد کی مکھی کی بھنبھناہٹ سنتا ہوں پس جب میں دہشت اور گھبراہٹ سے سر اٹھاتا ہوں تو مجھے ایک سایہ نظر آتا ہے۔ جو بلند ہو کر میرے گھر کے صحن میں پھیل جاتا ہے۔ پس جب میں اُس کی طرف جھکتا ہوں تو وہ میری طرف آگ کے شعلے پھینکتا ہے۔ میرا خیال یہ ہوتا ہے کہ وہ مجھے بھی جلا دے گا اور میرے گھر کو بھی۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا تمھارے گھر میں رہائش پذیر جن برا ہے۔ اے ابودجانہؓ رب کعبہ کی قسم! کیا تیرے جیسا بھی ایذا دینے کے قابل ہے۔ پھر فرمایا، میرے پاس دوات اور قلم لے کر آؤ۔ جب وہ پیش کیے گئے تو آپ ﷺ نے ان کو حضرت علیؓ کو دے دیا اور فرمایا اے ابوالحسن لکھو۔ انھوں نے عرض کی کیا لکھوں آپ ﷺ نے فرمایا یہ لکھو بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ھذا کتاب مِن محمد رسول اللہ .... واللہ سمیع العلیم.

حضرت ابودجانہؓ فرماتے ہیں میں نے اِس دعا کو تعویذ بنا کر اپنے سر کے نیچے رکھ لیا اور سو گیا۔ پس ایک چیخنے والے کی چیخ سے ہی میں بیدار ہوا جو یہ کہہ رہا تھا کہ اے ابودجانہؓ! لات و عزیٰ کی قسم ان کلمات نے ہمیں جلا ڈالا تمھیں اپنے نبی ﷺ کی قسم یہ حذر یعنی تعویذ یہاں سے اُٹھا لے ہم تیرے گھر میں نہیں آئیں گے اور ایک روایت میں ہے تجھے ایذا دیں گے نہ تیرے پڑوسیوں کو نہ اس جگہ جہاں یہ حذر یعنی تعویذ ہوگا۔ حضرت ابودجانہؓ فرماتے ہیں میں

نے جواب دیا کہ مجھے میرے رسول ﷺ کے حق کی قسم میں اس کو یہاں سے نہ اٹھاؤں گا جب تک جناب رسول کریم ﷺ سے مشورہ نہ کرلوں۔ حضرت ابو دجانہؓ فرماتے ہیں جنات کے رونے چیخنے اور چلانے سے وہ رات میرے لیے بہت طویل ہوگئی جب صبح ہوئی تو میں روانہ ہوا صبح کی نماز رسول کریم ﷺ کے ساتھ ادا کی اور جو کچھ میں نے جنات سے سنا تھا اور اُن کو جواب دیا تھا سب کا سب آنحضرت ﷺ سے عرض کر دیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اے ابو دجانہؓ وہ تعویذ جنات سے اُٹھالو اُس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ نبی مبعوث فرمایا ہے ان جنات کو قیامت تک عذاب کی تکلیف ہوتی رہے گی۔ (بحوالہ ابن ابی شیبہ)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں: ''تعویذ بازو یا گردن میں ڈالنے میں بعض علماء کا اعتراض ہے مگر عبداللہ بن عمرو بن العاص کی روایت ہے کہ بچوں کے گلے میں ڈال دیا کرتے تھے (بحوالہ اشعۃ اللمعات صفحہ 572 جلد 3)

اورنگ زیب عالمگیر نے تقریباً 500 کے قریب علماء کا ایک بورڈ بنوایا اور فقہ کی ایک دستاویز تیار کی جو کہ فتاویٰ عالمگیری کے نام سے مشہور ہے اس کا ایک حوالہ اس لیے پیش خدمت ہے کہ یہ بریلوی، دیوبندی مدارس کے قیام سے قبل کی دستاویز ہے۔

ترجمہ: ''تعویذ لٹکانے میں کوئی حرج نہیں مگر قضاء حاجت اور ہم بستری کے وقت نکال دے۔''

(بحوالہ فتاوی عالمگیری صفحہ 356 جلد 5)

مخالف دلائل:

1- ترجمہ: ''جس نے تمیمہ لٹکایا اس نے شرک کیا۔''
(بحوالہ مجمع الزوائد صفحہ 103، جلد نمبر 5)

2- ترجمہ: ''جو تمیمہ لٹکائے اللہ اس کا مقصد پورا نہ کرے۔''
(مسند احمد)

3- ترجمہ: ''حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا میری امت میں سے ستر ہزار آدمی بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہوں گے اور یہ وہ لوگ ہوں گے جو جھاڑ پھونک نہیں کرتے اور بدشگونی نہیں لیتے اور اپنے پروردگار پر بھروسہ کرتے ہیں۔''

(بحوالہ بخاری و مسلم)

حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں جو جھاڑ پھونک ممنوع ہے وہ شرکیہ کلمات پر مشتمل ہے اس کی وضاحت صحیح مسلم اور ابوداؤد کی حدیث میں ہوتی ہے۔ حضرت عوف بن مالک اشجعیؓ کی روایت کردہ حدیث پہلے گزر چکی ہے۔ جس میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ان کے کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں جب تک کہ ان میں شرک نہ ہو۔'' یعنی کہ شرکیہ کلمات پر مشتمل جھاڑ پھونک نہ صرف منع ہے بلکہ حرام ہے۔ اور بدشگونی یہ ہے کہ چھینکنے یا کسی جانور کے سامنے سے نکل جانے کو منحوس سمجھ کر وسوسہ میں مبتلا ہو جائیں۔ ایسا وسوسہ رکھنا بھی جائز نہیں کیونکہ موثر حقیقی تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

حدیث شریف میں دو الفاظ تمائم اور الرقی استعمال ہوتے ہیں۔ تمیمہ یا تمائم عربی زبان کا لفظ ہے عہد جاہلیت میں سیپ کی کوڑیوں کو دھاگے میں پرو کر بچوں کے گلے میں ڈالنا اور ان پر مشرکانہ منتر پڑھنا عہد جاہلیت میں تھا اس کو بذات خود وہ موثر بھی سمجھتے تھے۔ اسی کو تمائم کہتے تھے۔ یہ بلاشبہ آج بھی حرام ہیں۔ اور شرک ہیں۔

الرقیہ بھی عربی لغت میں دم کرنے کو کہتے ہیں۔ صحیح بخاری کے حاشیہ میں بھی شارحین حدیث لکھتے ہیں کہ ''رقیہ تعویذ کے معنی میں آتا ہے۔'' (صحیح بخاری صفحہ 854 جلد 2)

اس لیے عربی میں جہاں رقیہ کا لفظ آئے گا اس سے پھونکنا اور لکھ کر دونوں مراد ہوں گے البتہ اردو زبان میں پھونکنے کو دم اور لکھ

کر دینے کو تعویذ کہتے ہیں۔ اس لیے عربی کے لفظ رقیہ کا ترجمہ دم اور تعویذ سے کیا جائے گا۔ تاکہ پورا پورا مضمون صاف اور واضح آ جائے۔ یہی وجہ ہے کہ امام ترمذی نے جہاں صحابہ کرامؓ کے سورۃ فاتحہ دم کر کے اجرت میں بکریاں دینے کا ذکر کیا ہے وہاں اس حدیث کا باب باندھا ہے "اخذ الاجرہ علی التعویذ" (ترمذی صفحہ 26 جلد دوئم)

حالانکہ اس حدیث میں صحابہ کرامؓ نے اس سردار پر محض سورۃ فاتحہ دم کی تھی کسی کاغذ پر لکھ کر نہیں دی تھی لیکن امام ترمذی نے اس دم کرنے کو باب کے عنوان میں تعویذ لکھا ہے۔ جو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ تعویذ لکھ کر دینے اور دم کرنے دونوں کے معنی میں آتا ہے۔ اور رقیہ بھی اسی کو کہتے ہیں جبکہ رقیہ کے بارے میں رسول کریم ﷺ نے اجازت دی ہے کہ تعویذ کا مضمون شرکیہ نہ ہو تو بلاشبہ جائز ہے۔ بہرحال جہالت کے تمیمہ اور تعویذ میں یہ فرق ہوا کہ عرب لوگ تمیمہ کو دفع ضرر کی علامت سمجھتے تھے۔ جبکہ اسلام میں دفع ضرر کے لیے تعویذ کو ایک سبب سمجھا جاتا ہے۔ اور موثر حقیقی شفاء اللہ کی طرف سے آنے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اس لیے تعویذ کو زمانہ جاہلیت کا تمیمہ سمجھنا، تمیمہ اور تعویذ کے درمیان فرق نہ سمجھنے کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ یہ بات ہر ذی علم کے علم میں ہے کہ ہر زبان کا محاورہ الگ ہے چنانچہ عربی محاورہ اور عجمی محاورہ میں بھی فرق ہے۔ لہٰذا عربی میں پھونکنے دم کرنے اور لکھ کر دینے سب کو تعویذ کہا جاتا ہے۔ (مفتی منیر احمد اخوند کی تحریر سے اقتباس)

عقیدہ:۔

مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں تعویذ کے حوالہ سے درج ذیل عقیدہ سامنے آتا ہے:

1- تعویذ میں کوئی شرکیہ کلمات نہ ہوں۔ غیر اللہ کی طرف نہ ہو۔

2- جانوروں کی ہڈیوں، بالوں اور دیگر چیزوں کا استعمال بھی تمائم میں آئے گا یعنی شرکیہ ہوگا۔

3- یہ عقیدہ نہ ہو کہ بندہ اللہ کی پناہ سے نکل کر تعویذ کی پناہ میں آ گیا ہے۔

4- جس طرح علاج کے لیے میڈیکل سائنس سے کام لیا جاتا ہے اس حد تک جائز کام میں تعویذ استعمال کر لے اور نتیجہ اللہ پر چھوڑ دے۔

5- برکت اور استفادہ کے لیے استعمال کیا جائے تعویذ کو موثر حقیقی نہ سمجھا جائے۔

6- کلام الٰہی بہترین دستورِ حیات ہے اسے بے جا تعویذ گنڈوں کے لیے استعمال نہ کیا جائے۔

7- کوئی نیک، صالح اور پابند شریعت بزرگ اگر کوئی چیز بصورت تعویذ دے تو اسے سعادت سمجھے۔

8- اللہ کے در پر ہاتھ پھیلانا سب سے افضل ہے مگر جن چیزوں کے استعمال کی اجازت احادیث میں ہے ان کو کفر و شرک سے تعبیر نہ کیا جائے۔

10- نظر بد سے بچنے کے لیے کالا دھاگہ یا مرچوں کی دھونی یا مرچیں چولہے پر جلانا توہمات باطلہ میں سے ہیں۔

مسائل السلوک من کلام ملک الملوک

شیخ المکرم حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی کا بیان

بعض مشائخ کا بعض خدام کو بعض منکرات کی اجازت دے دینا اور ان کا عذر۔

"قولہ تعالیٰ: قَالَ اَلْقُوْا (الاعراف:116)

ترجمہ: موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم ہی ڈالو۔

موسیٰ علیہ السلام کا مقصود اس سے خود اذن دینا نہ تھا بلکہ اذن کو ان کے کفر کے ابطال اور اپنے معجزہ کے اثبات کا ذریعہ بنانا تھا۔ ایسی ہی مصلحت سے بعض اوقات شیوخ ایسے امر میں اذن دے دیتے ہیں کہ ظاہر اس کا معصیت ہوتا ہے مگر اخیر اس میں کوئی مصلحت دینی ہوتی ہے۔ وہی مصلحت ان کو مقصود ہوتی ہے۔"

....

فرمایا جادوگروں نے جب مقابلہ کیا اور موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ پہلے دکھائیں گے؟ تو انہوں نے فرمایا تم ڈالو۔ تو فرمایا موسیٰ علیہ السلام کا اجازت دینا برائی کی اجازت دینا نہ تھا بلکہ اس سے مقصود یہ تھا کہ یہ جو کرنا چاہتے ہیں کرلیں، میرا معجزہ اس سب کو فنا کردے گا اور حق غالب آئے گا یعنی مصلحت دینی مراد تھی۔ تو بعض اوقات مشائخ بھی کسی کو ایسے کسی کام کی اجازت دے دیتے ہیں جو اس کی توبہ کا سبب بن جاتا ہے یا اسے برائی سے روکنے کا سبب بن جاتا ہے۔ بظاہر وہ چیز مناسب نظر نہیں آتی لیکن اہل اللہ کی نظر اس کے نتیجے پر ہوتی ہے اور نتیجتاً اس بندے کی اصلاح ہوجاتی ہے۔

....

خوارق سے دھوکہ نہ کھانا

"قولہ تعالیٰ: فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ (الاعراف:116)

ترجمہ: پس جب انہوں نے ڈالا تو لوگوں کی نظر بندی کردی۔

اور اس ناس میں موسیٰ علیہ السلام بھی داخل ہیں۔ چنانچہ قرآن حکیم میں يُخَيَّلُ اِلَيْهِ (طٰہٰ:66) پس اس سے کئی امر مستفاد ہوئے۔ اول، خوارق سے دھوکا نہ کھانا کہ اہل باطل سے بھی ظاہر ہوسکتے ہیں۔ ثانی، سحر کی ایک قسم خیال میں تصرف کرنا بھی ہے۔ اسی میں مسمریزم بھی داخل ہے۔ ثالث، ایسی چیزوں سے متاثر ہوجانا کمال باطنی کے خلاف نہیں چنانچہ موسیٰ علیہ السلام خائف ہوئے۔ اور اہل حق کا ایسے امور پر یا ان کے ابطال پر قادر ہونا لازم نہیں۔"

....

حضرت تھانویؒ نے چند امور پر بات کی ہے اس میں انہوں نے تین چیزیں بتائی ہیں۔ ایک بات تو یہ ہے کہ سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ یعنی لاٹھیاں، لکڑیاں یا رسے، رسے ہی رہے لکڑیاں ہی رہیں۔ لوگوں کی نظروں پر ایسا جادو چل گیا کہ انھیں وہ سانپ نظر آئے اور اژدھا نظر آتے رہے۔ اور فرماتے ہیں الناس میں موسیٰ علیہ السلام بھی داخل ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کو بھی وہ اژدھا ہی نظر آئے اور يُخَيَّلُ اِلَيْهِ اس امر سے مستفاد ہوتا ہے کہ محض عجیب وغریب کام دیکھ کر دھوکا نہیں کھانا چاہیے۔ کسی سے کوئی عجیب کام صادر ہوگیا تو آپ سمجھے یہ ولی اللہ ہے۔ نہیں اس کے ولی

ہونے کی دلیل اس کا کردار ہے، اس کے ساتھ رہنے والوں کا کردار ہے۔اس سے اگر لوگوں کی اصلاح ہوتی ہے،لوگ اس کے ساتھ مل کر برائی چھوڑ کر نیکی کی طرف آتے ہیں تو ولی اللہ ہے۔ اگر یہ بات نہیں ہے لیکن عجائبات کا ظہور ہوتا ہے تو ہوسکتا ہے اس کے پاس کوئی شعبدہ ہو،کوئی جادو ہو۔تیسری بات یہ کہ کسی ایسے جادو وغیرہ سے متاثر ہونا کمال کے منافی نہیں ہے۔کامل پر بھی اثر کرسکتا ہے۔یہ کوئی عجیب بات نہیں ہے۔

....

اصل مدار جذب الٰہی ہے

''قولہ تعالیٰ: فَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ (الاعراف:120)

ترجمہ: اور جو ساحر تھے سجدہ میں گر گئے

اس پر دال ہے کہ اصل مدار طریق میں جذب من الحق ہے اور اس پر اہل طریق کا اجماع ہے۔''

....

فرماتے ہیں تصوف وسلوک کا کمال یہی ہوتا ہے کہ جس طرح جادوگروں پر ایسا جذب طاری ہوا کہ آن واحد میں ساری دنیاوی دولت، فرعون کے انعامات، اپنے خویش واقارب کی محبت سے گذر گئے۔حالانکہ بہت سی چیزوں کے بارے سوچ سکتے تھے کہ اگر ہم اسلام قبول کرتے ہیں یا موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لاتے ہیں تو ہمارے خاندان کا کیا ہوگا؟ ہمارے دوست احباب چھٹ جائیں گے، مال دولت چلا جائے گا، گھر کا کیا ہوگا؟ پھر فرعون نے بڑے انعامات کی امید دی تھی۔وہ چلا جائے گا۔لیکن انہوں نے حق تعالیٰ کے سامنے کسی کی پرواہ نہیں کی بلکہ حق تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہوگئے۔تو فرماتے ہیں کہ صوفیوں میں، سلوک وتصوف میں وہ جذب ہوتا ہے کہ بندہ نتائج سے بے پرواہ ہوکر حق کی طرف آجاتا ہے اور یہی اس کا حاصل ہے۔

....

کفار کے سامنے تذلل زہد نہیں

''قولہ تعالیٰ: قَالَ عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَن يُهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْأَرْضِ (الاعراف:129)

ترجمہ: فرمایا بہت جلد اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کو ہلاک کردیں گے اور بجائے ان کے تم کو اس سرزمین کا مالک بنادیں گے۔اس میں دلالت ہے کہ کفار کا مغلوب ہونا اور مومنین کا غالب ہونا نعمائے عظیم سے ہے۔لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ کفار کے ہاتھ میں بدون عذر کے ذلت اور خواری میں پڑا رہے۔

....

اس آیت سے استدلال کرکے خوبصورت بات ارشاد فرمائی ہے۔فرمایا اسلام کا، مسلمان کا غالب ہونا اور کفر کا مغلوب ہونا اللہ کی بہت بڑی نعمتوں میں سے ہے اور یہ تصوف نہیں ہے کہ بلا عذر شرعی کفر کے مقابلے میں زبان بھی نہ کھولے یا حق کی طرف توجہ نہ کرے یا اسلام کے غلبے کی کوشش نہ کرے۔یہ تصوف وسلوک نہیں ہے۔ بلکہ تصوف وسلوک یہ ہے کہ جتنا اس کے لئے ممکن ہو غلبہ اسلام کے لئے کوشاں رہے کہ یہ انعام الٰہی ہے اور اللہ کی رضا کا سبب ہے۔

....

معصیت پر عقوبت دنیویہ ہونا

''قولہ تعالیٰ: فَأَغْرَقْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ (الاعراف:136)

ترجمہ: ان کو دریا میں غرق کردیا۔

معلوم ہوا کہ عقوبت دنیویہ گاہے معصیت پر بھی مرتب ہوجاتی ہے۔''

....

فرمایا: دنیا کی مصیبتیں بھی گناہ کی وجہ سے آجاتی ہیں یعنی آخرت کا جو عذاب ہے وہ تو ہوگا ہی معصیت یعنی اللہ کی یا اللہ کے رسول ﷺ کی نافرنی ایسی مصیبت ہے کہ دنیا میں بھی وہ مصیبتیں لاتی

ہے۔

....

"عبادات ورسوم جاہلیت کا قبح

قولہ تعالیٰ: قَالُوْا یٰمُوْسَی اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ (الاعراف:138)

ترجمہ: کہنے لگے اے موسیٰ ہمارے لئے بھی ایک معبود ایسا ہی مقرر کردیجئے جیسے ان کے یہ معبود ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ واقعی تم لوگوں میں بڑی جہالت ہے۔ حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے اس درخواست کے جواب میں کہ ہمارے لئے بھی ہتھیار لٹکانے کو ایک درخت مقرر فرمادیجئے جیسے مشرکین نے کر رکھا ہے یہ آیت پڑھ دی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ دنیوی عادات میں بھی اہل باطل کے ساتھ تشبہ مذموم ہے اور بدعات بزعم عبادات میں تو کیا پوچھنا ہے۔"

....

فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ کے زمانے میں بھی کفار کا لشکر جہاں قیام کرتا تھا وہاں وہ ایک درخت مقرر کر لیتے تھے پھر سارے لشکر میں سے جس نے ہتھیار رکھنا ہوتا اس کے ساتھ لٹکا دیتا تھا تو مجاہدین صحابہ کرامؓ نے بھی عرض کی کہ حضور ﷺ ہمارے لئے بھی جہاں پڑاؤ ہو تو ایک درخت مقرر کردیجئے کہ ہم اس کے ساتھ ہتھیار لٹکا دیا کریں تو جواب میں حضور ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی کہ بنی اسرائیل نے لوگوں کو بت پوجتے دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ ہمارے لئے بھی ایک معبود بنا دیجئے۔ چنانچہ فرماتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیاوی کام جو ہیں ان میں بھی کفار سے مشابہت پسندیدہ بات نہیں۔ دنیا کے امور میں بھی جو انداز کافروں کا ہے، جو رواج کافروں کے ہیں، جو تہذیب کافروں کی ہے اسے اختیار کرنا اچھی بات نہیں ہے اور پھر اگر ان رواجات کو ثواب بھی سمجھ لیا جائے تو پھر فرماتے ہیں پوچھنے کی کیا ضرورت ہے پھر تو وہ بدعت ہوگئی۔

....

اربعین کی اصل

"قولہ تعالیٰ: فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً (الاعراف:142)

ترجمہ: کہ ان کے پروردگار کا وقت پورے چالیس روز پورا ہوگیا۔ اس میں اصل ہے چلہ کی جو مشائخ میں معتاد اور مشاہد البرکات ہے۔"

....

فرماتے ہیں موسیٰ علیہ السلام کو اللہ کریم نے فرمایا تھا کہ چالیس راتیں طور پر رہو جب وہ مدت پوری ہوگئی پھر آپ کو کتاب نصیب ہوئی۔ فرماتے ہیں اس میں جو چلہ کشی مشائخ کرواتے ہیں اس کی اصل ہے۔

....

مرید کو کسی خلیفہ کے سپرد کردینا

"قولہ تعالیٰ: وَقَالَ مُوْسٰی لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ (الاعراف:142)

ترجمہ: اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہہ دیا تھا کہ میرے بعد ان لوگوں کا انتظام رکھنا۔ اس میں اس کی اصل ہے جو مریدوں کو بعض خلفا کے سپرد کردیتے ہیں۔"

....

یعنی اس آیت میں اس بات کی اصل ہے کہ مشائخ بعض مریدوں کو یا مجازین کو کہتے ہیں کہ اس کی تربیت کرو۔ یہ درست ہے۔

رویۃ دنیا میں امتناع

"قولہ تعالیٰ: قَالَ لَنْ تَرٰىنِیْ (الاعراف:143)

ترجمہ: ارشاد ہوا کہ تم مجھ کو ہرگز نہیں دیکھ سکتے۔ نص ہے اس میں کہ دنیا میں رویت الٰہیہ نہیں ہوتی تو جو شخص اس کا مدعی ہے یا دھوکہ میں ہے یا دھوکہ دیتا ہے۔ اور شب معراج اس

سے مستثنیٰ ہے"

....

مراد یہ کہ اس دنیا میں اس وجود اور آنکھوں سے اللہ کا دیدار ممکن نہیں۔ اگر ممکن ہوتا تو موسیٰ علیہ السلام کو ہوتا جو کلیم اللہ تھے۔ تو فرماتے ہیں اگر کوئی یہ دعویٰ کرتا ہے تو یا تو وہ خود دھوکے میں ہے یا اسے شیطان نے دھوکا دے رکھا ہے کہ اسے کوئی روشنی دکھاتا ہے اور وہ سمجھتا ہے میں اللہ کو دیکھ رہا ہوں یا یہ بات نہیں تو پھر وہ خود لوگوں کو دھوکا دے رہا ہے اور اپنی بڑائی کا اظہار کرتا ہے کہ میں اللہ کی زیارت کرتا ہوں۔ نیز فرماتے ہیں کہ شب معراج اس سے مستثنیٰ ہے کیونکہ شب معراج اس دنیا میں نہیں ہے۔ حضور ﷺ بالائے عرش تشریف لے گئے۔ وہ عالم اور ہے، وہ دنیا اور ہے۔ اگر وہاں اللہ کا دیدار ہوا تو وہ عالم اور ہے۔ اس دنیا میں دیدار ممکن نہیں ہے۔

....

صورت تکبر کا اپنے محل میں مذموم نہ ہونا

"قولہ تعالیٰ: سَاَصۡرِفُ عَنۡ اٰيٰتِىَ الَّذِيۡنَ يَتَكَبَّرُوۡنَ فِى الۡاَرۡضِ (الاعراف:146)

ترجمہ: میں ایسے لوگوں کو اپنے احکام سے برگشتہ ہی رکھوں گا جو دنیا میں تکبر کرتے ہیں جس کا ان کو کوئی حق حاصل نہیں ہے۔

تکبر بغیر حق یہ ہے کہ غیر متکبر کے مقابلہ میں تکبر کرے اور متکبر کے مقابلہ میں تکبر کرنا یہ بحق ہے اور حقیقت میں وہ صورۃً تکبر ہے حقیقۃً نہیں۔"

....

فرماتے ہیں ارشاد ہے يَتَكَبَّرُوۡنَ فِى الۡاَرۡضِ بِغَيۡرِ الۡحَـقِّ کہ دنیا میں ناحق تکبر کرتے ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ تکبر کرنا تو ویسے ہی مذموم ہے، بری بات ہے تو پھر یہ ناحق کیوں ہے، اللہ نے ناحق کی قید کیوں لگائی ہے؟ اس کا مطلب ہے کہیں تکبر کرنا حق بھی ہے کہ فرمایا میں ان لوگوں کو ہدایت نصیب نہیں ہونے دیتا جو ناحق تکبر کرتے ہیں۔ تو فرماتے ہیں کہ بندہ غیر متکبرین کے سامنے عوام کے سامنے تکبر کرے یہ ناحق ہے۔ اور جو لوگ متکبر ہیں انہیں اپنی دولت یا اپنے اقتدار پر بڑا ناز ہے، ان کے سامنے تکبر کریں تو یہ حق ہے۔ ان کے سامنے تذلل نہیں ہوگا کہ وہ متکبر ہوں اور آپ ہاتھ باندھے کھڑے رہیں۔ نہیں۔ جیسے وہ ہیں ویسے آپ بھی اکڑ کر مقابلے میں بات کریں تو یہ حق ہے ویسے تو تکبر بُری بات ہے لیکن جب سامنے برائی ہو تو اس کا رد کرنے کے لئے متکبر کے سامنے ڈٹ کر جواب دینا، ڈٹ کر کھڑا ہونا یہ تکبر حق ہے اور جو لوگ عوام ہیں کمزور ہیں یا غریب ہیں ان کے سامنے تکبر کرنا ناحق ہے ایسے لوگوں کو ہدایت نصیب نہیں ہوتی۔

....

شریعت کے تعارض کے وقت خوارق کا مردود ہونا

"قولہ تعالیٰ: وَاتَّخَذَ قَوۡمُ مُوۡسٰى مِنۡۢ بَعۡدِهٖ مِنۡ حُلِيِّهِمۡ عِجۡلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌؕ اَلَمۡ يَرَوۡا اَنَّهٗ لَا يُكَلِّمُهُمۡ (الاعراف:148)

ترجمہ: اور موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ان کے بعد اپنے زیوروں کا ایک بچھڑا ٹھہرایا جو کہ ایک قالب تھا جس میں ایک آواز تھی۔ کیا انہوں نے یہ نہ دیکھا کہ وہ ان سے بات تک نہیں کرتا تھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ خوارق سے دھوکہ نہ کھاوے اور اَلَمۡ يَرَوۡا سے معلوم ہوا کہ دلیل شرعی اس پر حجت قاضیہ اور اس پر راجح ہے۔"

....

یعنی کرتب دیکھ کر کسی کا قائل نہ ہو جائے بلکہ کسی کی بزرگی یا نیکی کا قائل ہونے کے لئے دلیل شرعی چاہیے۔ دلیل شرعی بھی ہے پھر اس کے پاس کمال ہے تو الگ بات ہے۔ اور اگر اس کا کردار شریعت کے مطابق نہیں اور بڑے بڑے عجائبات دکھاتا ہے تو وہ مداری ہے، شعبدہ باز ہے وہ بزرگ نہیں ہے۔

....

ضرورت کے وقت مرید پر غصہ

"قولہ تعالیٰ: وَلَمَّا رَجَعَ مُوْسٰى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا (الاعراف:150)

ترجمہ: اور جب موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کی طرف واپس آئے غصہ اور رنج میں بھرے ہوئے۔ معلوم ہوا کہ حاجت کے وقت مرید پر غصہ جائز ہے"

....

فرماتے ہیں مرید غلطی کرے یا اس کی اصلاح کی ضرورت ہو تو شیخ اس پر غصہ کرے تو جائز ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے غلطی کی تو وہ غصہ میں بھرے ان کے پاس آئے۔

....

جوش دین میں غصہ خلاف کمال نہیں

"قولہ تعالیٰ: وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ (الاعراف:150)

ترجمہ: اور جلدی سے تختیاں ایک طرف رکھیں۔

دین کے جوش میں یہ غصہ آیا۔ معلوم ہوا کہ ایسا غصہ بد خلقی نہیں جیسے بعض اہل اللہ کی عادت ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ غلبہ حال عذر ہے کیونکہ یہ کسر اسی غلبہ میں ہوا۔"

....

فرماتے ہیں کہ دین کے لئے، کسی کی بھلائی کے لئے، کسی برائی کو روکنے کے لئے اگر شیخ غصہ ہوتا ہے، جھڑکتا ہے تو یہ درست ہے۔ یہ جائز ہے جیسے جذبہ حال اور غلبہ حال میں آپ پر وہ کیفیت اس قدر ہوئی کہ اللہ نے بنی اسرائیل پر کتنے احسان کئے۔ ان کو فرعون سے نجات دلائی، ان کے لئے سمندر میں راستے بنا دیئے اور انھیں اپنے نبی کے ساتھ منسلک کیا۔ اور انہوں نے اتنی زیادتی کی کہ بچھڑا پوجنے لگ گئے تو اس حال میں انہوں نے تختیاں ایک طرف پھینک دیں جو اللہ کی طرف سے تورات عطا ہوئی تھی۔ تو فرماتے ہیں غلبہ حال میں اگر کوئی ایسا واقعہ ہو جائے تو وہ معاف ہو جاتا ہے۔

....

غلبہ حال کا عذر ہونا

"قولہ تعالیٰ: وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗۤ اِلَيْهِ (الاعراف:150)

ترجمہ: اور اپنے بھائی کا سر پکڑ کر ان کو اپنی طرف گھسیٹنے لگے۔

روح میں ہے کہ یہ گمان ہوا کہ انہوں نے روکنے میں کوتاہی کی۔ میں کہتا ہوں حالانکہ کوتاہی نہ کی تھی اس سے معلوم ہوا کہ کاملین سے خطا اجتہادی ہو سکتی ہے تو شیوخ غیر معصومین سے کیوں نہ ممکن ہوگی۔"

....

فرمایا ہارون علیہ السلام کی کوئی غلطی تو نہیں تھی لیکن موسیٰ علیہ السلام نے غصے میں ان کے بال پکڑ لئے اور انہیں کھینچا اور جھنجھوڑا کہ تم نے ان کو کیوں نہیں روکا؟ تو انہوں نے کہا میرے بھائی لوگوں کو مجھ پر ہنسنے کا موقع نہ دیں۔ میں نے اپنی پوری کوشش کی قریب تھا کہ یہ مجھے بھی قتل کر دیتے تو پھر میں اس لئے خاموش ہو گیا کہ آپ کہیں گے کہ قوم میں فساد ڈال دیا۔ تو تب انہوں نے انہیں چھوڑا۔ پھر ان کے لئے بھی، اپنے لئے بھی اللہ سے دعا کی۔ تو یہ اجتہادی غلطی تھی۔ حقیقتاً تو ہارون علیہ السلام بے قصور تھے موسیٰ علیہ السلام نے سمجھا قصور وار ہیں تو فرماتے ہیں اجتہادی غلطی اگر معصومین سے ہو سکتی ہے تو پھر شیخ سے بھی ہو سکتی ہے۔

....

کلفت عاجلہ کبھی ثمرہ معصیت کا ہوتی ہے۔

"قولہ تعالیٰ: اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (الاعراف:151)

ترجمہ: جن لوگوں نے گوسالہ پرستی کی ہے ان پر بہت جلد ان کے رب کی طرف سے غضب اور ذلت اس دنیوی زندگی ہی میں

پڑے گی۔
معلوم ہوا کہ دنیوی ذلت کبھی سزا معصیت کی ہوتی ہے۔"

....

فرمایا کہ گناہ کی سزا دنیا میں ذلت وخواری سے ملتی ہے۔دنیا کی جو مصیبتیں آتی ہیں ان کا سبب ہمارا کردار بھی ہوتا ہے اور ہمارے سامنے تو یہ ظاہر باہر ہے۔آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ جن لوگوں کے پاس کچھ نہیں،غریب ہیں وہ تو معذور ہیں لیکن جن کے پاس پیسہ ہے ان کو ضرورت کی اشیاء بھی نہیں مل رہیں۔پیسے ہیں،چینی نہیں مل رہی۔پیسے ہیں،پیٹرول پمپ بند ہیں،نہیں مل رہا۔پیسے ہیں گیس نہیں مل رہی۔یعنی جن کے پاس رقم ہے ان کو بھی اشیاء ضرورت نہیں مل رہیں تو بڑا عجیب عذاب الٰہی ہوتا ہے۔اللہ کریم فرماتے ہیں جو حد سے گذر جائیں ان کے لئے وہ روزی تنگ کردیتے ہیں۔اب اس کے دونوں معنی ہیں ایک تو اس کے پاس خریداری کی قوت ہی نہیں رہتی مَعِیْشَۃً ضَنْکًا کا صحیح معنی یہ ہے کہ قوت خرید ہو لیکن اشیاء ضروری نہ مل سکیں اور اللہ کی شان ہے کہ قحط سالی کی مصیبت آتی ہے تو ساری قوم اس میں ذلیل ہوجاتی ہے اور بارشیں برستی ہیں تو چاہیے کہ اللہ کی رحمت ہو اور قحط سالی ختم ہو لیکن بارشیں برستی ہیں تو سیلاب آجاتا ہے اور پورا ملک غرق ہونے لگ جاتا ہے۔وہ بھی عذاب کی صورت بن جاتی ہے۔تو فرماتے ہیں یہ سب بھی گناہوں کی سزا ہوا کرتی ہے۔پھر ہم کہتے ہیں کہ سزا مسلمانوں پر ہی ہوتی ہے کافروں پر کیوں نہیں ہوتی؟ تو کفار کے ممالک کے اگر آپ حالات پڑھیں تو آپ حیران ہوجائیں جس طرح کے طوفان امریکہ میں آتے ہیں،جس طرح کے سیلاب چین میں آتے ہیں،جس طرح کی مصیبتیں کافر ملکوں میں بھی آتی ہیں آپ نہیں سمجھتے اس سے بھی کئی گنا زیادہ ہوتی ہیں۔

....

مقاصد دینیہ کے ابطال کے لئے حیلہ کا مذموم ہونا

"قولہ تعالیٰ: اِذْ یَعْدُوْنَ فِی السَّبْتِ اِلیٰ قولہٖ کَذٰلِکَ نَبْلُوْھُمْ (الاعراف:163)

ترجمہ: جب کہ وہ ہفتہ کے بارہ میں حد سے نکل رہے تھے جب کہ ان کے ہفتہ کے روز تو ان کی مچھلیاں ظاہر ہو،ہو کر ان کے سامنے آتی تھیں اور جب ہفتہ کا دن نہ ہوتا تو سامنے نہ آتیں ہم ان کی اس طرح پر آزمائش کرتے تھے۔
اس سے معلوم ہوا کہ احکام شرعیہ کی مداخلت کے لئے حیلے کرنا سخت مذموم ہے اور جن حیل کا شروع ہونا وارد ہے وہ احکام شرعیہ کی تحصیل کے لئے ہیں"

....

فرماتے ہیں کہ شریعت کے مقابلے میں حیلے گھڑ کر ان احکام کی تعمیل نہ کرنا یہ مذموم ہے۔حیلے شرعی علماء نے بیان کئے ہیں۔وہ ایسے ہیں کہ ان سے اس امر کی تکمیل ہوتی ہے۔اس کام کو کرنے میں مدد دیتے ہیں فرماتے ہیں۔ان کی حیثیت اور ہے اور ایسے حیلے تراشنا جن سے اس حکم پر عمل نہ کرنا پڑے،مذموم ہیں۔ایک دفعہ حضرت جیؒ کے گاؤں میں ایک پیر آگیا۔وہ سرے سے نماز ہی نہیں پڑھا کرتا تھا۔ایک دن اس کا مرید آگیا عصر کے بعد۔ایک کچا سا مکان ہوتا تھا اس پر ایک چارپائی ہوتی تھی۔حضرت اس پر آکر لیٹ جاتے تھے۔سامنے بیٹھنے کے لئے لکڑی پڑی ہوتی تھی اس پر ہم بھی بیٹھے ہوتے تھے۔لوگ بھی آجاتے تھے اور بڑی مجلس ہوتی تھی۔ہم تو سننے والوں میں ہوتے تھے،گاؤں کے لوگ آجاتے تھے تو اس کا ایک مرید بھی آگیا۔تو حضرتؒ نے اس سے پوچھا" اچھا پیر ڈھونڈا ہے آپ لوگوں نے۔خود تو نماز پڑھتا نہیں تمہیں کیا دین سکھائے گا" تو اس نے کہا یہ نہ کہیں کہ ہمارے حضرت نماز نہیں پڑھتے یہ تو ہر نماز مکہ مکرمہ میں پڑھتے ہیں۔تو حضرت نے فرمایا" اس سے کہو کہ کھانا بھی مکہ سے کھا آیا کرے۔کھانا یہاں کھاتا ہے نماز وہاں پڑھتا ہے۔اس سے کہو کہ دو چار دن جب اتنا دور جاتا ہے تو کھانا بھی وہیں سے کھالے تو پھر تو پتہ چلے۔کھانے تو صبح وشام یہیں کھاتا ہے اور نماز وہاں پڑھتا ہے۔" تو اس طرح کی جو فضولیات ہوتی ہیں ان سے دھوکا میں نہیں آنا چاہیے۔اصل معیار شرعی اس کا عقیدہ اور کردار ہے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا

اُم فاران

نام ونسب: آپؓ کا نام خدیجہؓ کنیت اُم ہند اور لقب طاہرہ تھا۔ آپؓ کے والد خویلد بن اسد اور والدہ فاطمہ بنت زائدہ دونوں قریشی النسل تھے۔ یعنی آپؓ نہ صرف نجیب الطرفین ہیں بلکہ ماں باپ دونوں کی جانب سے شجرہ نسب حضورﷺ کے شجرہ نسب سے جا ملتا ہے۔ والد کی طرف سے آپؓ کا شجرہ نسب یہ ہے: خدیجہؓ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی (قصی حضورﷺ کے بھی جدامجد تھے)۔ آپؓ کی والدہ لوی بن غالب کے دوسرے بیٹے عامر کی اولاد سے تھیں (لوئی جناب رسول اللہﷺ کے بھی جداعلیٰ میں سے تھے)۔

پیدائش: آپ کے والد ایک کامیاب تاجر تھے عرب کے معزز ترین قبائل بنی تمیم اور بنی کعب میں بڑی باعظمت شخصیت کے حامل تھے۔ نیز اپنی خوش معاملگی اور دیانت داری کی بدولت تمام قریش میں بھی بے حد مقبول اور محترم تھے۔ مکہ آکر اقامت اختیار کی اور اپنے ابن عم عبدالدار بن قصی کے حلیف بنے۔ یہیں فاطمہ بنت زائدہ سے شادی ہوئی جن کے بطن سے عام الفیل سے 15 سال قبل ۵۵۵ء میں حضرت خدیجہؓ پیدا ہوئیں۔

نکاح: بچپن ہی سے نہایت نیک اور شریف الطبع تھیں۔ سن شعور کو پہنچیں تو پاکیزہ اخلاق کی بنا پر طاہرہ کے لقب سے مشہور ہوئیں۔ آپؓ کا پہلا نکاح ابوہالہ نباش بن زرارہ تمیمی سے ہوا۔ نباش سے حضرت خدیجہؓ کے دو لڑکے ہوئے۔ ایک کا نام ہالہ تھا جو زمانہ جاہلیت ہی میں مرگیا دوسرے کا نام ہند تھا وہ نبی کریمﷺ کے اصحاب میں شمار ہوئے۔ نباش کے انتقال کے بعد دوسری شادی عتیق بن عائذ مخزومی سے ہوئی جن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی ان کا نام بھی ہند تھا جو بعد میں اولین صحابیات میں شمار ہوئیں ایک روایت کے مطابق آپؓ کا تیسرا نکاح ابن عم صیفی بن امیہ سے ہوا اور ان کے انتقال کے بعد رسول کریمﷺ کی زوجیت میں آئیں۔ اور بعض روایات میں ہے کہ تیسرا اور آخری نکاح حضور اکرمﷺ سے ہوا۔

حضرت خدیجہؓ کے معمولات: نبی کریمﷺ کی زوجیت میں آنے سے پیشتر حضرت خدیجہؓ اپنے ایام بیوگی خلوت گزینی میں گذار رہی تھیں۔ کچھ وقت خانہ کعبہ میں گزارتیں، کچھ وقت کاہنہ عورتوں کے ساتھ صرف کرتیں اور زمانے کے انقلاب پر بحث کرتیں۔ قریش کے بڑے بڑے سرداروں نے نکاح کے پیغامات بجھوائے لیکن انہوں نے سب رد کردیئے پے در پے صدمات نے طبیعت دنیا سے اچاٹ کردی۔

والد کا انتقال: والد کے ضعف پیری کی وجہ سے اپنی وسیع تجارت کے انتظام سے عاجز آگئے۔ اولاد نرینہ کوئی زندہ نہ تھی تو تمام کام اپنی عاقلہ بیٹی کے سپرد کرکے خود گوشہ نشین ہوگئے کچھ عرصہ بعد ان کا انتقال ہوگیا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ آپؓ کے والد حرب فجار میں مارے گئے تھے اور چچا عمرو بن اسد ان کے سرپرست تھے۔ بہر حال یہ بات یقینی ہے کہ نبی کریمﷺ سے نکاح کے وقت خویلد زندہ نہ تھے اور عمرو بن اسد ہی ان کے سرپرست اور ولی تھے۔

تجارت: والد اور شوہر کے مرنے کے بعد حضرت خدیجہؓ کو سخت وقت پیش آئی۔ ذریعہ معاش تجارت تھا جس کا کوئی نگران نہ تھا۔ اس کے باوجود انہوں نے کاروبار تجارت نہایت احسن طریقہ سے جاری رکھا۔ اس وقت ان کی تجارت ایک طرف شام میں پھیلی ہوئی تھی تو دوسری طرف اطراف یمن میں۔ اس وسیع کاروبار کو چلانے کے لئے انہوں نے ایک بڑا عملہ رکھا ہوا تھا جو متعدد عرب یہودی اور عیسائی ملازموں اور غلاموں پر مشتمل تھا۔ حسن تدبیر اور دیانت داری کی بدولت تجارت روز بروز ترقی کر رہی تھی وہ اپنے اعزہ کو معاوضہ دے کر مال تجارت کے ساتھ بھیجتی تھیں لیکن ان کی نظریں ایسے شخص کی متلاشی تھیں جو بے حد قابل اور دیانت دار ہو تاکہ ملازمین کو اس کی سرکردگی میں تجارتی قافلوں کے ہمراہ باہر بھیجا کریں۔

یہ وہ زمانہ تھا جب سرور کائنات کے پاکیزہ اخلاق اور ستودہ صفات کا چرچا مکہ کے گھر گھر میں پھیلا ہوا تھا۔ حضور ﷺ کا عنفوان شباب تھا اور ساری قوم میں آپ ﷺ صادق اور امین کے لقب سے جانے جاتے تھے۔ یہ ناممکن تھا کہ حضرت خدیجہؓ تک اس مقدس ہستی کے اوصاف حمیدہ کی بھنک نہ پڑی ہو۔

ایک مرتبہ مال کی روانگی کا وقت آیا تو ابو طالب نے آنحضرت ﷺ سے کہا تم کو خدیجہؓ سے جا کر ملنا چاہیے ان کا مال شام جائے گا بہتر ہو تا تم بھی ساتھ جاتے۔ میرے پاس روپیہ نہیں ہے ورنہ میں خود تمہارے لئے سرمایہ مہیا کر دیتا۔

حضرت خدیجہؓ کو اس گفتگو کی خبر ملی تو فوراً پیغام بھیجا کہ "اگر آپ ﷺ میرا سامان تجارت شام لے کر جائیں گے تو جو معاوضہ میں اوروں کو دیتی ہوں آپ کو اس کا مضاعف (دوگنا) دوں گی"۔ آنحضرت ﷺ نے قبول فرمایا اور مال تجارت لے کر میسرہ (غلام خدیجہؓ) کے ہمراہ عازم بصرہ ہوئے۔ حضرت خدیجہؓ نے میسرہ کو خاص تاکید کی کہ حضور ﷺ کو کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔

تجارتی سفر کے حالات : سرور کائنات کی دیانت داری کی بدولت تمام سامان تجارت دوگنے منافع پر فروخت ہو گیا دوران سفر آپ نے سردار قافلہ کی حیثیت سے اپنے ہمراہیوں سے اتنا اچھا سلوک کیا کہ ہر ایک آپ کا مداح بن گیا۔ جب قافلہ واپس آیا تو حضرت خدیجہؓ کو میسرہ کی زبانی سفر کے حالات اور منافع کی تفصیلات معلوم ہوئیں جس سے وہ بے حد متاثر ہوئیں۔

نکاح کا پیغام: حضرت خدیجہؓ نے اپنی لونڈی نفیسہ کی معرفت حضور ﷺ کو نکاح کا پیغام بھیجا۔ حضور کی ایما پا کر وہ حضرت خدیجہؓ کے سرپرست اور چچا عمرو بن اسد کو بلا لائیں۔ عرب میں عورتوں کو یہ آزادی حاصل تھی کہ شادی بیاہ کے متعلق خود گفتگو کر سکتی تھیں۔ اس سے پیشتر انہوں نے ایک خواب دیکھا تھا کہ آسمان سے ایک چاند ان کی گود میں آ کر گرا جس سے سارا عالم منور ہو گیا۔ جب انہوں نے ایک عیسائی عالم سے اس کی تعبیر پوچھی تو اس نے بتایا کہ اے شریفہ عرب! تمہیں خوشخبری ہو، دعائے خلیل اور نوید مسیحا پیدا ہو چکے ہیں اور تم ان کے عقد میں آؤ گی۔ خود ان کے دل نے بھی گواہی دی تو کہ یہی وہ نوجوان ہے جس کی کتب میں خبر دی گئی ہے۔

حضور ﷺ کے عقد میں : تاریخ معین پر ابو طالب اور تمام رؤسائے خاندان جس میں حضرت حمزہؓ بھی شامل تھے حضرت خدیجہؓ کے مکان پر آئے ابو طالب نے خطبہ نکاح پڑھا عمرو بن اسد کے مشورہ سے 500 طلائی درہم مہر قرار پایا اور خدیجہؓ طاہرہ حرم نبوت ہو کر اُم المومنین کے شرف سے ممتاز ہوئیں۔ اس وقت حضور ﷺ کی عمر 25 سال اور حضرت خدیجہؓ کی عمر 40 سال تھی یہ بعثت سے 15 سال قبل کا واقعہ ہے

پہلی وحی کا نزول: حضور ﷺ نکاح کے بعد اکثر گھر سے باہر رہنے لگے کئی کئی روز مکہ کے پہاڑوں میں جا کر معتکف رہتے۔

صحیح بخاری میں بداء الوحی میں یہ قصہ تفصیل کے ساتھ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے جس کے مطابق وحی کی ابتدا رویائے صادقہ سے ہوئی۔آپ جو کچھ خواب میں دیکھتے تھے سپیدۂ صبح کی طرح نمودار ہوجاتا۔اس کے بعد آپ ﷺ خلوت گزیں ہوگئے۔ چنانچہ کھانے پینے کا سامان لے جاتے اور وہاں عبادت کرتے، جب سامان ختم ہوچکتا تو پھر خدیجہؓ کے پاس تشریف لاتے پھر واپس جاکر مراقبہ میں مصروف ہوجاتے۔ایک دن جب آپ غارحرا میں معتکف تھے تو آپ پر پہلی وحی نازل ہوئی۔اللہ کے حکم سے جبرائیل امین آپ ﷺ کے پاس تشریف لائے اور کہا:"قم یا محمد ﷺ "حضور ﷺ نے نظریں اوپر اٹھائیں تو سامنے ایک نورانی صورت کو کھڑے پایا۔جبرائیل امین نے حضور ﷺ کو گلے لگا کر دبایا اور کہا "پڑھ" حضور ﷺ نے فرمایا میں "پڑھا ہوا نہیں ہوں"۔حضرت جبرائیل نے پھر یہی کہا اور حضور ﷺ نے یہی جواب دیا۔تیسری مرتبہ جب جبرائیل امین نے کہا "اقرا باسم ....الخ تو حضور ﷺ کی زبان مبارک سے یہی کلمات جاری ہوگئے۔

حضرت خدیجہؓ کا تسلی آمیز رویہ: اس حیرت انگیز واقعہ سے حضور ﷺ کی طبیعت بیحد متاثر ہوئی۔آپ گھر تشریف لائے تو جلال الٰہی سے لبریز تھے۔آپ ﷺ نے حضرت خدیجہؓ سے کہا۔ زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ (مجھ کو کپڑا اوڑھاؤ، مجھ کو کپڑا اوڑھاؤ) انہوں نے تعمیل ارشاد کی اور پوچھا "آپ کہاں تھے میں سخت فکر مند تھی اور کئی آدمیوں کو آپ کی تلاش میں بھیج چکی ہوں"۔جب ہیبت کم ہوئی تو حضور ﷺ نے تمام واقعہ من وعن بیان کردیا اور "فرمایا مجھ کو ڈر ہے"۔حضرت خدیجہ نے کہا آپ متردد نہ ہوں اللہ آپ کا ساتھ نہ چھوڑے گا کیونکہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، بے کسوں اور فقیروں کے معاون رہتے ہیں، مہمان نواز ہیں، مصائب میں حق کی حمایت کرتے ہیں۔

ورقہ بن نوفل: پھر وہ آپ ﷺ کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جو بت پرستی ترک کرکے نصرانی ہوگئے تھے اور عبرانی زبان میں انجیل لکھا کرتے تھے۔بوڑھے اور نابینا ہوچکے تھے۔

حضرت خدیجہؓ نے کہا اپنے بھتیجے کی باتیں سنو۔بولے "میرے بھتیجے تم نے کیا دیکھا مجھے بتاؤ" آنحضرت ﷺ نے واقعہ بیان کیا تو کہا "یہ تو وہی ناموس (فرشتہ) ہے جو حضرت موسیٰ پر اترا تھا۔کاش میں اس وقت تک زندہ رہتا جب آپ کی قوم آپ کو وطن سے نکال دے گی"۔حضور ﷺ نے پوچھا کیا یہ لوگ مجھے نکال دیں گے۔ ورقہ نے کہا ہاں، جو کچھ آپ پر نازل ہوا ہے جب کسی پر نازل ہوتا ہے تو دنیا اس کی مخالف ہوجاتی ہے۔اگر میں اس وقت تک زندہ رہا تو آپ ﷺ کی بھرپور مدد کرونگا"۔اس کے بعد ورقہ کا بہت جلد انتقال ہوگیا (صحیح بخاری)

حضرت خدیجہؓ کا مشرف بہ اسلام ہونا: حضرت خدیجہؓ کو یقین کامل ہوگیا کہ حضور منصب نبوت پر فائز ہوچکے ہیں وہ بلاتامل حضور ﷺ پر ایمان لے آئیں۔تمام کتب سیرت متفق ہیں کہ عورتوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والی خاتون خدیجہ الکبریٰؓ ہیں۔

ادائیگی نماز: اس وقت نماز پنجگانہ نہ فرض نہ تھی آنحضرت ﷺ نوافل پڑھا کرتے تھے۔حضرت خدیجہ بھی آپ کے ساتھ شرکت کرتی تھیں۔طبقات ابن سعد میں ہے کہ۔آنحضرت اور حضرت خدیجہؓ ایک عرصہ تک خفیہ طور پر نماز ادا کرتے رہے۔

ایک روایت کے مطابق عفیف کندی سامان خریدنے کے لئے مکہ آئے اور حضرت عباسؓ کے گھر فروکش ہوئے۔صبح کے وقت ایک دن کعبہ کی طرف نظر کی تو دیکھا ایک نوجوان آیا اور آسمان کی طرف دیکھ کر قبلہ رخ کھڑا ہوگیا۔پھر اس کی داہنی طرف ایک لڑکا آکر کھڑا ہوا پھر ایک عورت دونوں کے پیچھے کھڑی ہوئی، نماز پڑھ کر یہ لوگ

چلے گئے تو عفیف کندی نے کہا" کوئی عظیم الشان واقعہ پیش آنے والا ہے"۔ حضرت عباسؓ نے جواب دیا۔ ہاں۔ پھر کہا" جانتے ہو یہ نوجوان کون ہے؟ میرا یہ بھتیجا محمد ﷺ ہے یہ دوسرا بھتیجا علیؓ ہے اور یہ محمد ﷺ کی بیوی خدیجہؓ خویلد ہے۔ میرے بھتیجے کا خیال ہے کہ اس کا مذہب پروردگار عالم کا مذہب ہے اور وہ جو کچھ کرتا ہے اس کے حکم سے کرتا ہے۔ دنیا میں جہاں تک مجھے علم ہے اس خیال کے صرف یہ تین ہی شخص ہیں"۔ میرے جی میں آئی کہ" کاش میں چوتھا ہوتا"۔ (طبقات ابن سعد)

حضرت خدیجہؓ کی معاونت: حضور اکرم ﷺ سے نکاح کے بعد حضرت خدیجہؓ تقریباً 25 سال (یعنی نزول وحی کے تقریباً 9 سال بعد) تک زندہ رہیں۔ اس مدت میں انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہر قسم کے روح فرسا مصائب کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا اور رفاقت اور جانثاری کا حق ادا کر دیا۔ کفار مکہ ابتدا میں چند سال تک جو حضور ﷺ کو اذیت دینے سے ہچکچاتے تھے تو اس میں بڑی حد تک حضرت خدیجہؓ کا اثر کام کر رہا تھا۔ وہ اپنے غیر مسلم اعزہ واقارب کی طعن و تشنیع کی پرواہ کئے بغیر حضور ﷺ کا ساتھ دیتی رہیں، اپنا تمام مال و زر اسلام پر نثار کر دیا۔ جب سعید الفطرت اصحاب بھی آہستہ آہستہ حلقہ اسلام میں داخل ہونا شروع ہو گئے تو حضرت خدیجہؓ کو اسلام کی وسعت پذیری سے بہت مسرت ہوتی تھی۔ جب حضور ﷺ کفار کی لایعنی اور بیہودہ باتوں سے کبیدہ خاطر ہوتے تو حضرت خدیجہؓ آپ کو تسلی و تشفی دیتیں۔

استیعاب میں ہے کہ حضور فرمایا کرتے،

"میں جب کفار کی کوئی بات سنتا اور وہ مجھے ناگوار معلوم ہوتی تو میں خدیجہؓ سے کہتا۔ وہ اس طرح میری ڈھارس بندھاتی تھیں کہ میرے دل کو تسکین ہو جاتی تھی اور کوئی رنج ایسا نہ تھا جو خدیجہؓ کی باتوں سے آسان اور ہلکا نہ ہو جاتا تھا"۔

اولاد: حضرت خدیجہؓ کے بطن سے بہت سے بچے پیدا ہوئے۔ پہلے شوہر ابو ہالہ سے دو لڑکے ہالہ اور ہند تھے۔ دوسرے شوہر عتیق سے ایک لڑکی پیدا ہوئی اس کا نام بھی ہند تھا۔ آنحضرت ﷺ سے چھ اولادیں پیدا ہوئیں۔

1۔ حضرت قاسمؓ آنحضرت ﷺ کے سب سے بڑے لڑکے تھے ان کے نام پر ہی آپ ابوالقاسم کنیت کرتے تھے۔ صغیر سنی میں مکہ میں انتقال کیا اس وقت پیروں پر چلنے لگے تھے۔

۲۔ حضرت زینبؓ حضور اکرم ﷺ کی سب سے بڑی صاحبزادی تھیں۔

۳۔ حضرت عبداللہؓ نے بہت کم عمر پائی چونکہ زمانہ نبوت میں پیدا ہوئے اس لئے طیب اور طاہر کے لقب سے مشہور ہوئے۔

۴۔ حضرت رقیہؓ، حضرت ام کلثومؓ، حضرت فاطمۃ الزہراؓ ان سب کی عمر میں ایک ایک سال کا فرق تھا آپؓ نے اپنی اولاد کی پرورش بہت احسن طریقہ سے کی صاحب ثروت تھیں اس لئے عقبہ لونڈی کو بچوں کی پرورش میں مدد پر مقرر کیا۔ تھا وہ ان کو کھلاتی پلاتی تھیں۔

امور خانہ داری: پرورش اولاد کے ساتھ ساتھ آپؓ امور خانہ داری کو بھی نہایت سلیقہ سے نبا ہتی تھیں باوجود متمول (امیر) ہونے کے حضور ﷺ کی خدمت خود کرتی تھیں۔ انہیں خوبیوں کی بدولت ایک مرتبہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کانت ام العیال و ربه البیت ایک مرتبہ حضرت جبرائیل حضور ﷺ کے پاس تشریف لائے اور کہا حضرت خدیجہؓ برتن میں کچھ لا رہی ہیں آپ ان کو اللہ کا اور میرا سلام پہنچا دیجئے حضور ﷺ نے حضرت خدیجہؓ سے کہا تو انہوں نے کہا۔

ان اللہ ھو السلام وعلی جبرئیل السلام وعلیک یارسول السلام

یہ حضرت خدیجہؓ کی دینی فراست تھی۔ انہوں نے جواب میں

وعلیک السلام نہیں کہا۔ صحابہ کرامؓ پہلے تشہد میں السلام علی اللہ کہتے تھے حضورﷺ نے منع فرمایا کہ اللہ کا نام ہی سلام ہے اس کی بجائے التحیات للہ کہو۔ اور حضرت خدیجہؓ نے خداداد فراست سے سمجھ لیا کہ اللہ پر دعائے سلامتی بھیجنا اس کے شایان شان نہیں۔ ان اللہ ھو السلام کہہ کر خالق اور مخلوق کا فرق بتا دیا پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام پر اور حضورﷺ پر سلام بھیج کر مثال قائم کی کہ سلام بھیجنے والے اور پہنچانے والے، دونوں کے لئے سلامتی کی دعا مانگنی چاہیے۔

آنحضرتﷺ کو حضرت زید بن حارثہؓ سے بہت محبت تھی۔ حضرت خدیجہؓ نے انہیں آزاد کیا وہ حضورﷺ کے غلام ہوگئے۔

وصال مبارک: سات (۷) نبوی میں مشرکین قریش نے بنو ہاشم اور بنو مطلب کو شعب ابی طالب میں محصور کیا۔ سیرت ابن ہشام میں ہے کہ حضرت خدیجہ بھی اس ابتلا میں حضورﷺ کے ساتھ شعب ابی طالب میں تھیں۔ وہ پورے تین سال اس محصوری کے آلام ومصائب بڑے صبر اور حوصلے کے ساتھ جھیلتی رہیں۔ یہ زمانہ ایسا سخت گزرا کہ طلح کے پتے کھا کر گزارا کیا گیا تاہم تب بھی حضرت خدیجہؓ کے اثر سے کبھی کبھی کھانا پہنچ جاتا۔ ایک دن حکیم حزام جو حضرت خدیجہؓ کا بھتیجا تھا نے اپنے غلام کے ہاتھ آپؐ کے پاس تھوڑے سے گیہوں بھیجے۔ راہ میں ابوجہل نے دیکھ لیا اس نے چھیننا چاہا اتفاق سے ابوجنتری آگیا وہ اگرچہ کافر تھا مگر اس کو رحم آگیا اور اس نے کہا ایک شخص اپنی پھوپھی کو کھانے کے لئے کچھ بھیجتا ہے تو کیوں روکتا ہے (سیرت ابن ہشام)

دس (10) نبوی میں جب وہ محاصرہ ختم ہوا تو اس کے بعد حضرت خدیجہؓ زیادہ دن زندہ نہ رہیں۔ 11 رمضان المبارک (یا اس سے کچھ پہلے) ان کی طبیعت ناساز ہوئی اور انہوں نے مکہ میں وفات پائی۔ حضرت خدیجہ حضور سے نکاح کے بعد 25 برس زندہ رہیں چونکہ اس وقت نماز جنازہ شروع نہ ہوئی تھی اس لئے انہیں اسی طرح مکہ کے قبرستان حجون میں دفن کیا گیا۔

فضائل ومناقب: ام المومنین حضرت خدیجہؓ طاہرہ کی عظمت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ جب آنحضرت نے فرض نبوت ادا کرنا چاہا تو فضائے عالم میں ایک بھی آواز آپ کی تائید میں نہ اٹھی۔ اس عالمگیر خاموشی میں تصدیق فقط حضرت خدیجہ طاہرہؓ کے قلب سلیم نے کی جو اس ظلمت کدۂ کفر میں انوار الٰہی کی دوسری تجلی گاہ تھا۔ انہوں نے نبوت سے بہت پہلے بت پرستی ترک کردی تھی۔ سند ابن حنبل میں ہے کہ آنحضرتﷺ نے حضرت خدیجہؓ سے فرمایا "بخدا میں کبھی لات وعزیٰ کی پرستش نہ کرونگا" تو انہوں نے جواب دیا "لات کو جانے دیجئے، عزیٰ کو جانے دیجئے" گویا ان کا ذکر بھی نہ کیجئے۔

ازواج مطہرات میں آپ کو بعض خصوصیات حاصل ہیں۔ آپؓ حضورﷺ کی پہلی بیوی تھیں۔ آپ نے ان کی زندگی میں دوسری شادی نہیں کی۔ حضرت ابراہیمؑ کے علاوہ آپ کی تمام اولاد ان ہی سے پیدا ہوئی۔

حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد آپ کو ان سے اتنی محبت تھی کہ جب کوئی قربانی کرتے تو پہلے حضرت خدیجہؓ کی سہیلیوں کو گوشت بھیجتے۔ جب ان کا کوئی رشتہ دار آتا تو ان کی بیحد خاطر مدارات فرماتے۔ آپؓ کی رحلت کے بعد مدت تک حضورﷺ اس وقت تک گھر سے باہر تشریف نہ لے جاتے جب تک آپؓ کی اچھی طرح تعریف نہ فرما لیتے

۔ اسی طرح جب گھر میں تشریف لاتے تو ان کی تعریف میں بہت کچھ فرماتے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ایک مرتبہ حضورﷺ نے حسب معمول ان کی تعریف کرنی شروع کی، مجھے رشک آیا میں نے کہا "یارسول اللہﷺ کیا آپ ایک بڑھیا بیوہ عورت کو یاد کیا

کرتے ہیں جو مر چکیں اللہ نے ان کے بعد آپکو ان سے بہتر بیویاں عنایت کی ہیں'' (صحیح بخاری میں یہ یہاں تک ہے مگر استیعاب میں ہے کہ یہ سن کر حضور ﷺ کا چہرہ مبارک غصے سے سرخ ہو گیا اور فرمایا اللہ کی قسم مجھے خدیجہؓ سے اچھی بیوی نہیں ملی وہ ایمان لائیں جب لوگ کافر تھے۔ اس نے میری تصدیق کی جب لوگوں نے میری تکذیب کی اور سب نے مجھے جھٹلایا۔ اس نے اپنا مال وزر مجھ پر نچھاور کیا جب لوگوں نے مجھے محروم رکھا اور اللہ نے مجھے اس کے بطن سے اولاد دی۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں ڈر گئی اور اس روز عہد کر لیا کہ آئندہ حضور ﷺ کے سامنے کبھی خدیجہؓ کو ایسا ویسا نہ کہوں گی۔

ایک دفعہ حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد ان کی بہن ہالہ آنحضرت ﷺ سے ملنے آئیں اور اندر آنے کی اجازت مانگی ان کی آواز حضرت خدیجہؓ سے ملتی تھی آپ کے کانوں میں ان کی آواز پڑی تو آپ کو حضرت خدیجہؓ یاد آ گئیں اور آپ جھجک اُٹھے اور فرمایا ''ہالہ ہوں گی''۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں گو میں نے خدیجہؓ کو دیکھا نہیں لیکن مجھ کو جس قدر ان پر رشک آتا ہے کسی اور پر نہیں آتا تھا جس کی وجہ یہ تھی کہ آنحضرت ﷺ ہمیشہ ان کا ذکر کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ میں نے آپ کو رنجیدہ کیا تھا لیکن آپ ﷺ نے فرمایا ''اللہ نے مجھ کو ان کی محبت دی ہے''۔ (صحیح مسلم)

حضرت خدیجہؓ کے مناقب میں بہت سی احادیث مروی ہیں۔ صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ

عالم میں افضل ترین عورت مریم اور خدیجہؓ ہیں ایک مرتبہ حضرت جبرائیل آنحضرت ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت خدیجہؓ آئیں تو عرض کیا۔

ان کو جنت میں ایک ایسا گھر ملنے کی بشارت سنا دیں جو موتی کا ہوگا اور جس میں شور وغل اور محنت و مشقت نہ ہوگی۔

☆☆☆☆☆

دعائے مغفرت

1 فیصل آباد سے سلسلہ کے ساتھی افضل چیمہ کے والد محترم

3۔ فیصل آباد سے سلسلہ کے ساتھی محمد رفیق ندیم

4۔ فیصل آباد سے سلسلہ کے ساتھی محمود حجازی

5۔ راولپنڈی سے سلسلہ کے ساتھی میجر ریٹائرڈ اسحاق کی اہلیہ

6۔ ستراہ تحصیل ڈسکہ سے سلسلہ عالیہ کی ساتھی مسز غلام علی سندھو

7۔ لاہور سے سلسلہ عالیہ کی ساتھی مسز حامد (مرحوم) کے والد محترم

8۔ پلندری، آزاد کشمیر سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی صوفی امیر حسین کی اہلیہ

وفات پا گئے ہیں۔ ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے

عالم برزخ کے احوال

قاری محمد طیبؒ

احمد بن محمد بصری کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبلؒ کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا کہ حضرت! حق تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ فرمایا کہ میری مغفرت فرما دی اور یہ فرمایا کہ اے احمد بن حنبل میرے بارہ میں تیرے چہرے کو ستر کوڑوں کی ماردی گئی تھی؟ عرض کیا ہاں یا اللہ ماردی گئی تھی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ

''اے احمد! یہ میرا چہرہ تیرے لئے مباح ہے جب چاہے تو دیکھ سکتا ہے۔''

ابو جعفر کہتے ہیں کہ میں نے بشر بن الحارث مشہور امام صوفیا کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا کہ آپ کے ساتھ حق تعالیٰ نے کیا معاملہ فرمایا؟ فرمایا کہ لطف و کرم کا برتاؤ۔ فرمایا اور نصف جنت میرے لیے مباح کر دی کہ اس میں جہاں چاہوں گھوموں، سیر کروں اور متنفع ہوں اور جو میرے جنازے میں شریک ہوئے انکی مغفرت کا وعدہ فرمایا۔

اکرم التفاسیر

شیخ المکرم حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

سورۃ التوبہ آیات: 64-66 پارہ: واعلموا

اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ۝ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ۝

کوئی بھی شخص جب کسی واقعہ کے بارے جھوٹ بولتا ہے، غلط بیانی کرتا ہے تو اسے ایک اندیشہ رہتا ہے کہ کہیں میرے جھوٹ کا بھانڈا نہ پھوٹ جائے۔ یہ انسانی فطرت ہے کہ بندہ سچی بات کرے تو اسے کوئی کھٹکا نہیں ہوتا، اسے پتہ ہوتا ہے میں سچی بات کہہ رہا ہوں۔ جھوٹ بولے تو اسے اندیشہ رہتا ہے کہ کہیں یہ بھید نہ کھل جائے۔ منافقین تو جھوٹ بولتے تھے، دین اور ایمان کے بارے غلط بیانی کرتے تھے اور یہ وہ زمانہ تھا جب آسمان سے وحی نازل ہوتی تھی۔ اللہ کریم کی طرف سے قرآن نازل ہو رہا تھا تو اللہ کریم یہ باتیں بتا دیا کرتے تھے۔

ام ایمنؓ نبی کریم ﷺ کی خاص خادمہ تھیں اور ان خوش نصیبوں میں سے تھیں جن کے گھر بھی حضور ﷺ کبھی کبھی تشریف لے جاتے تھے اور ان کا حال پوچھتے تھے۔ انھوں نے جب مکہ مکرمہ سے ہجرت کی تو اکیلی تھیں۔ تن تنہا نکل کھڑی ہوئیں، زادِ راہ بھی پاس نہیں تھا، اثناءِ راہ میں صحرا کی گرمی، دھوپ، تپش تھی تو سخت پیاس لگی۔ روزے سے بھی تھیں تو قریب المرگ ہو گئیں اور دور تک کہیں پانی کے آثار تک نہیں تھے۔ حتیٰ کہ افطاری کا وقت بھی ہو گیا۔ کوئی آثار پانی کے، کوئی قریب آبادی، کوئی چشمہ، کچھ بھی نہیں۔ تو فرماتی ہیں مجھے سر کے اوپر سے شق شق کی آواز آئی جیسے کوئی بہت بڑا پرندہ اڑ کر گزرتا ہے۔ میں نے دیکھا تو ایک ڈول اوپر سے نیچے آ رہا تھا۔ وہ میرے سامنے آ کر رک گیا اور وہ ٹھنڈے پانی سے لبالب بھرا ہوا تھا۔ فرماتی ہیں، میں نے روزہ کھولا اور خوب سیر ہو کر پانی پیا۔ اس کے بعد وفات تک، وہ فرماتی تھیں، کہ زندگی میں مجھے پیاس نہیں لگی۔ انتہائی گرمی میں روزے رکھتیں، گرمیوں میں عمرے کے لئے جاتیں، روزہ رکھ لیتیں اور طواف کرتیں۔ لوگ حیران ہوتے۔ فرماتی تھیں اس دن کے بعد سے آج تک مجھے کبھی پیاس نہیں لگی۔ تو وصال نبوی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے سیدنا فاروق اعظمؓ سے فرمایا کہ حضور ﷺ ام ایمنؓ کا حال پوچھنے جایا کرتے تھے یہ

سنت مبارکہ ہے ہمیں جانا چاہیے۔ انھوں نے کہا آپ نے بجا فرمایا۔ دونوں ان کے گھر تشریف لے گئے۔ انھیں دیکھا کہ وہ زار و قطار رو رہی تھیں۔ انھوں نے حیرت سے پوچھا کہ ام ایمنؓ تم نبی کریم ﷺ پر رو رہی ہو۔ انھیں حیرت ہوئی کہ آپ ﷺ نے چشم عالم سے پردہ فرما لیا۔ جب آپ ﷺ کی اطاعت میں جان دینے والے شہید زندہ ہیں تو آپ ﷺ کا مقام کیا ہوگا تو آپ کیوں رو رہی ہیں؟ انھوں نے کہا میں اس بات پر رو رہی ہوں کہ وہ وحی جو آسمانوں سے آتی تھی وہ ختم ہوگئی اب اللہ کریم ہم سے بات نہیں کریں گے۔ وہی وحی رہ گئی جو رسول اللہ ﷺ سے باتیں ہوتیں اور قرآن بن گیا۔ اب عرش والا کوئی بات فرش والوں سے نہیں کرے گا۔

تو وہ عہد زریں تھا کہ بات ہوتی تو حقیقت اللہ کی طرف سے نازل ہو جاتی۔ تو اللہ کریم فرماتا ہے کہ یہ منافق اس بات سے ڈرتے ہیں کہ ان کے بارے کوئی سورۃ نازل نہ ہو جائے اور جو چیز انھوں نے دلوں میں چھپا رکھی ہے بظاہر اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں، اندر سے کافر ہیں یہ کھل نہ جائے۔ فرمایا اے میرے حبیب ﷺ ان سے کہو مذاق اڑا لو قُلِ اسْتَهْزِءُوا یعنی عظمت باری کا مذاق اڑانا ہے، دین کے کسی حکم کا مذاق اڑایا جائے، قرآن کے کسی حکم کا مذاق اڑایا جائے، سنت کا مذاق اڑایا جائے تو یہ وحی الٰہی کا مذاق ہے اور وحی الٰہی کا مذاق تو اللہ کی عظمت کا مذاق اڑانا ہے۔ تو فرمایا منافق دل سے کافر ہیں زبان سے مومن ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔

بڑی خوبصورت بات امام تاج الدین سبکیؒ نے طبقات الشافعیہ میں بحث کی ہے۔ وہ باطل فرقوں جیسے زیدیہ ہے، معتزلہ ہے ان کے عقائد کا ذکر کر رہے تھے۔ کسی بزرگ کے حوالے سے انھوں نے لکھا کہ فلاں امام یہ کہتے ہیں کہ ہمارے قبلے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں انھیں کافر نہ کہا جائے۔ امام تاج الدین سبکیؒ فرماتے ہیں میں کہتا ہوں کہ منافق بھی تو ہمارے قبلے ہی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ یعنی منافقین نمازیں بھی پڑھتے تھے حضور ﷺ کی اقتداء میں بھی پڑھتے تھے اور اسی قبلے کی طرف رخ کر کے پڑھتے تھے تو وہ بالاجماع کافر ہیں۔ صرف قبلے کو منہ کرنا شرط نہیں ہے بلکہ عقائد اسلامی جو اسلام کی بنیاد ہیں ان پر ایمان لانا پڑتا ہے، نہیں لائے گا تو نرا قبلے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے سے کفر سے نہیں بچے گا۔ تو شریعت کا، عظمت انبیاءؑ کا، ارشادات نبوی ﷺ کا، قرآن کے کسی حکم کا مذاق اڑانا کفر ہے، منافقت ہے۔ یعنی اگر آدمی اسلام کا دعویٰ بھی کرتا ہے تو یہ منافقت ہوگی۔ منافق بدترین کافر ہے کہ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (النساء: 145) جہنم میں کفار سے بھی نچلے درجے میں ہوں گے۔ تو وہ کوئی مذاق تو نہیں اڑاتے تھے۔ ان کا مذاق یہ تھا کہ دل سے نہیں مانتے تھے زبان سے کہتے کہ ہم مانتے ہیں تو اللہ کریم نے فرمایا تم عظمت باری کا، وحی الٰہی کا اور رسول ﷺ کی عظمت کا مذاق اڑا رہے ہو۔ انھیں فرما دیجئے مذاق اڑاؤ، یقیناً جس بات کا تمھیں خدشہ ہے اللہ وہ بات ظاہر کر دیں گے، اللہ بتا دیں گے کہ تم منافق ہو، یہ بات چھپ نہیں سکے گی۔ اور اگر ان کی کوئی بات پکڑی جائے وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ اے مخاطب اگر تو ان سے پوچھے کہ یہ جملہ تم نے کیوں کہا، یہ تم نے کیوں کیا، یہ تو شریعت کے خلاف ہے وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ تو کہتے ہیں ہم تو محض شغل کے طور پر، خوش طبعی کے طور پر یہ باتیں کر رہے تھے۔ وہ

مذاق مذاق میں ہم کہہ رہے تھے ہمارا مطلب یہ نہیں تھا۔تو فرمایا: انھیں فرمادیجیے قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ (65) تمھیں مذاق کرنے کے لیے اللہ ہی کی ذات اور عظمت رسالت کا ہی موضوع ملا ہے کہ تم اس کا مذاق اڑا رہے ہو اس سے شغل کر رہے ہو۔تمھیں یہ خیال نہیں آیا کہ جس کا مذاق اڑا رہے ہو، وہ کون سی ہستی ہے؟ اللہ ہے جو تمھارا خالق ہے، وحدہٗ لا شریک، مالک برحق ہے اور اللہ کا رسول ﷺ ہے جو انسانیت اور ذات باری، مخلوق اور خالق کے درمیان اکیلا واسطہ ہے۔تو تمھیں مذاق کی بھی وہاں جا سوجھی لَا تَعْتَذِرُوْا اب بہانے نہ کرو یعنی جو دینی احکام کا مذاق اڑاتا ہے سنتِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا مذاق اڑاتا ہے۔اللہ کریم فرماتا ہے وہ دل سے کافر ہے، زبانی کہتا ہے میں مسلمان ہوں اندر سے منافق ہے۔منافق اسے کہتے ہیں جو دل سے کافر ہو اور زبانی مسلمان ہونے کا دعویٰ کرے تو یہ ایک معیار بن گیا کہ جو احکام شرعی کا یا عظمت رسالت کا یا آیات قرآنی کا مذاق اڑاتا ہے۔اللہ کریم فرماتا ہے وہ شخص دل سے کافر ہے۔زبانی اسلام کے دعوے کرتا ہے اور پھر بہانے کرتا ہے کہ کوئی نہیں ہم نے شغلاً وہ بات کر دی، مذاق مذاق میں جملہ منہ سے نکل گیا فرمایا لَا تَعْتَذِرُوْا اس طرح کے بہانے نہ تراشو قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ تم ایمان لانے کے بعد پھر کافر ہو گئے جب تم نے ایمان کا دعویٰ کیا تو ایمان دو چیزوں کا نام ہے اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ اور تَصْدِيْقٌ بِالْقَلْبِ زبانی اقرار اور دل کی تصدیق، لیکن امام تاج الدین سبکیؒ نے اس میں اضافہ کیا ہے اپنی کتاب میں وہ فرماتے ہیں نہیں دو نہیں تین ہیں (یعنی ایمان تین چیزوں کا نام ہے)۔ زبانی اقرار، دل سے تصدیق اور اعضاء و جوارح سے تعمیل ارشاد۔

چونکہ تصدیق قلبی کا ہمارے پاس تو کوئی معیار نہیں ہے کہ ہم دل کو جان سکیں تو وہ فرماتے ہیں کہ دل کی تصدیق کا اعضاء و جوارح سے اظہار ہوتا ہے کہ جب اللہ کے احکام پہ عمل کرتا ہے، اس کا اہتمام کرتا ہے، شریعت پر عمل کرنے کی فکر ہوتی ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس کے دل میں نورِ ایمان ہے۔انھوں نے تین چیزیں گنوائی ہیں کہ زبانی تصدیق ہو، دل میں یقین ہو اور اعضاء و جوارح تصدیق کریں۔تو دل کا حال تو اللہ جانتا ہے تم نے زبانی اقرار کیا، مسلمانوں کے سامنے نماز روزہ بھی شروع کر دیا تو بظاہر تو تم مسلمانوں میں شامل ہو گئے لیکن جب تم نے دینی احکام کا مذاق اڑایا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ تو اس ایمان کے بعد پھر تم کافر ہو گئے۔یعنی احکام شریعت کا یا سنت کا جیسے ایک عام رواج ہے کہ کسی بندے نے جو باریش ہو یعنی سنت داڑھی رکھی ہو، داڑھی سنت پہ رکھی ہوئی ہو تو انسان ہے اس سے بھی غلطی ہو سکتی ہے لیکن اس غلطی کو لوگ برا نہیں کہتے بلکہ کہتے ہیں اس کی داڑھی دیکھو اور اس کے کرتوت دیکھو۔بھئی ایک آدمی کا پاؤں غلطی سے کسی ناپاک جگہ پر آ گیا تو وہ پاؤں دھونا چاہیے یہ تو نہیں کہ پلیدی لگی ہے تو سارے جسم پر مل لی جائے۔اس نے اگر سنت کر کے داڑھی رکھی ہوئی ہے تو یہ اس کا اچھا کام ہے اس سے کوئی غلطی ہوئی ہے تو اس غلطی کا ازالہ کریں اس میں داڑھی کا مذاق اڑانے کی ایک عام سی بات ہے جو معاشرے میں ہم روز دیکھتے ہیں۔یہ بظاہر چھوٹی چھوٹی باتیں لگتی ہیں لیکن عنداللہ یہ بہت بڑا جرم ہے۔کسی بھی سنت کا مذاق، کسی بھی حدیث پاک کا مذاق، کسی قرآنی آیت یا شرعی حکم کا مذاق اڑانے والا کافر ہو جاتا ہے۔انھیں بتا دیجیے قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ہاں مرتے دم تک توبہ کا دروازہ بند نہیں ہوتا۔

میرے پاس اگلے دن ایک ساتھی آئے، عمر رسیدہ آدمی ہیں بتا رہے تھے میری عمر اس وقت ترانوے سال ہے چھڑی کے ساتھ چل رہے تھے لیکن ٹھیک ٹھاک تھے تو اکرم التراجم کا نسخہ لے گئے، یہ جو اللہ نے مجھے ترجمہ کرنے کی سعادت بخشی ہے۔ پھر دوبارہ ملے کہنے لگے بہت اچھا ترجمہ ہے۔ پرانے ریٹائرڈ پولیس افسر، بڑے مشہور پولیس افسر، اپنے زمانے کے مانے ہوئے دیانتدار افسر، کہنے لگے۔ اس ترجمے سے ایک عجیب بات سمجھ آئی ہے کہ اللہ کریم جب ناراض ہوتے ہیں تو بجلیاں کڑکتی ہیں، دوزخ کی وعیدیں آتی ہیں اور سزائیں اور ذلت اور رسوائی کا ذکر ہوتا ہے اور دل کانپ کانپ جاتا ہے لیکن جب اخیر پہ پہنچتے ہیں تو اللہ کریم پھر صلح فرما لیتے ہیں اچھا جا توبہ کر لے تجھے معاف کر دیا۔ کہنے لگے میں نے تو یہ سمجھا ہے کہ اللہ کریم بڑے سخت ہوتے ہیں، بڑا ڈانٹتے ہیں لیکن بالآخر کہتے ہیں اچھا تو جو کچھ کر چکا ہے اب تو توبہ کر لے میں تجھے معاف کر دیتا ہوں۔ اپنا اپنا تجزیہ ہے۔ اور ان کا اپنا تجزیہ ہے کہتے ہیں میں نے جتنا پڑھا ہے مجھے یہ سمجھ آئی کہ کسی بات سے اللہ کریم ناراض ہوتے ہیں تو بڑے سخت ناراض ہوتے ہیں، دوزخ کی وعیدیں آتی ہیں پھر ذلت کے عذاب ایسے کہ بندہ لرز جاتا ہے لیکن جب آخر پہ پہنچتا ہے تو اللہ فرماتے ہیں اچھا تو جو کچھ کر چکا کوئی بات نہیں تُو توبہ کر لے، پھر صلح کر لیتے ہیں۔ یہی بات یہاں ارشاد فرمائی جا رہی ہے کہ تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے، مرتد ہو گئے چلو منافق ہی نہیں رہے مرتد ہو گئے اور مرتد ظاہری طور پر بھی شرعاً واجب القتل ہوتا ہے حکومتِ وقت کا فریضہ ہے کہ اسے سزا دے اور اسے قتل کر دے۔ ماوشما کسی کو قتل نہیں کر سکتے۔ اسلامی حکومت کا فریضہ ہے۔ تو فرمایا تم بہانے نہ کرو تم تو ایمان لانے کے بعد پھر کافر ہو گئے جب تم نے سنت نبوی یا ادائے پیغمبر ﷺ کا مذاق اڑایا، شرعی حکم کا یا قرآنِ کریم کا مذاق اڑایا اس کے باوجود اگر کوئی توبہ کر لے تو میں اسے معاف کر دوں گا۔ اس کے بعد خلوص دل سے توبہ کر لو تو، توبہ کا دروازہ جب تک سانس چل رہی ہے کھلا ہے اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ تم میں سے کچھ کو اگر ہم معاف بھی کر دیں تو انھیں کو معاف فرمائیں گے جو اس جرم سے تائب ہوگا۔ یہ کتنی بڑی وسیع رحمت الٰہی ہے۔ وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ (الاعراف: 156) میری رحمت تمام جہانوں کی ہر چیز سے وسیع ہے۔

چند آنسو ایک سجدہ ایک آہ
اے خدا تجھ کو منانا کس قدر آسان ہے

سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ فرمایا کرتے تھے کہ بچہ بگڑ جائے خواہ وہ بچہ بھی اپنا بیٹا ہو، تو وہ بھی اگر بگڑ جائے، رونا شروع کر دے تو اتنی بات پہ تو وہ بھی راضی نہیں ہوتا جتنی سی بات پر اللہ راضی ہو جاتا ہے۔ کہتے تھے بچے کو منانا مشکل ہے اللہ کو منانا آسان ہے۔ فرمایا اس سب کے باوجود پھر بھی تم میں سے کچھ لوگ توبہ کر لیں گے ہم انھیں معاف کر دیں گے۔ لیکن جو توبہ نہیں کریں گے نُعَذِّبْ طَآئِفَةً اس گروہ کو ہم عذاب دیں گے بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِیْنَ (66) اس لیے نہیں کہ ہم بلاوجہ عذاب دیں گے اس لیے کہ انھوں نے بہت بڑا جرم کیا، بے پناہ بڑا جرم کیا ہے، بہت بڑی غلطی کی ہے جس کی پاداش انھیں بھگتنا ہوگی۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ.

☆☆☆☆☆

فضائل صدقات و خیرات

از: ابو محمد حافظ حفیظ الرحمٰن ٹوبہ ٹیک سنگھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ ؕ

اے ایمان والو تم نیکی کے کمال کو حاصل نہ کر سکو گے جب تک اپنی محبوب ترین شے اللہ کے راستہ میں خرچ نہ کر دو

〈آل عمران:۹۲〉

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ انصار میں سب سے زیادہ درخت کھجوروں کے حضرت ابوطلحہؓ کے پاس تھے اوران کا ایک باغ تھا جس کا نام بیرحا تھا وہ ان کو بہت ہی زیادہ پسند تھا یہ باغ مسجد نبوی کے سامنے ہی تھا۔حضور اقدس ﷺ اکثر اس باغ میں تشریف لے جاتے تھے اور اس کا پانی نوش فرماتے جو بہت ہی بہترین پانی تھا۔جب یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی تو حضرت طلحہؓ حضور اقدس ﷺ کی خدمت عالی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ یوں ارشاد فرماتے ہیں۔**لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ** اور مجھے اپنی ساری چیزوں میں سے بیرحا سب سے زیادہ محبوب ہے میں اس کو اللہ کے لئے خیرات کرتا ہوں اور اس کے اجر و ثواب کی اللہ سے امید رکھتا ہوں۔آپ جہاں مناسب سمجھیں اس کو خرچ فرمائیں۔حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا واہ واہ بہت ہی نفع کا مال ہے میں یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ اسے اپنے دوسرے رشتہ داروں میں تقسیم کر دو۔ابوطلحہؓ نے عرض کیا بہتر ہے اور اسے اپنے چچا زاد بھائیوں اور دوسرے رشتہ داروں میں بانٹ دیا۔(صحیح بخاری و مسلم)

قرآن کریم میں متعدد بار اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کی ترغیبات اور فضائل موجود ہیں اور بخل کرنے پر اس کے نقصانات اور وعیدیں وجود ہیں۔انسان فطری طور پر حریص ہے اور ہر قیمتی شے اسے زیادہ محبوب ہوتی ہے مگر کامل ایمان کی یہ خصوصیت ہے کہ بندہ اللہ کی محبت پانے کے لئے ہر محبوب شے بھی اللہ تعالیٰ کے لئے خرچ کرنے سے دریغ نہیں کرتا اور کمال درجہ کی نیکی اور خاص طور پر نیکی کی حلاوت و لذت اللہ کے حضور اپنی محبوب ترین دولت کو خرچ کرنے سے ہی حاصل ہوتی ہے۔دوسرا اپنا قیمتی وقت اور صلاحیتیں اللہ کے راستے میں صرف کرنا بھی اس زمرہ میں آتا ہے جس سے یہ کمال حاصل ہوتا ہے۔

سورۃ بقرۃ آیت 27 **وَيَسۡـَٔلُوۡنَكَ مَاذَا يُنۡفِقُوۡنَ قُلِ الۡعَفۡوَ**

لوگ آپؐ سے یہ پوچھتے ہیں کہ خیرات میں کتنا خرچ کریں آپؐ فرما دیجئے کہ جتنا (ضرورت سے) زائد ہو۔

یعنی مال تو خرچ ہی کرنے کے واسطے ہے جتنی اپنی ضرورت اس کے موافق رکھ کر جو زائد ہو وہ خرچ کر دے۔حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اپنے اہل و عیال کے خرچ سے جو بچے وہ عفو ہے۔حضرت ابو امامہؓ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اے آدمی جو تجھ سے زائد ہے اس کو تو خرچ کر دے بہتر ہے تیرے لئے کہ تو اس کو روک کر رکھے یہ تیرے لئے برا ہے اور بقدر ضرورت کوئی ملامت نہیں۔ (درمنثور)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے خطبہ پڑھا جس میں ارشاد فرمایا اے لوگو مرنے سے پہلے اپنے گناہوں سے توبہ کرلو اور نیک عمل کرنے میں جلدی کیا کرو ایسا نہ ہو کہ کسی اور کام میں مشغولی ہو جائے اور وہ رہ جائے اور اللہ تعالیٰ سے اپنا رشتہ جوڑ اور کثرت سے اس کا ذکر کیا کرو اور مخفی اور اعلانیہ صدقہ کرو اس سے تمہیں رزق دیا جائے گا اور تمہاری مدد کی جائے گی اور تمہاری شکستگی کی اصلاح کی جائے گی۔ ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن ہر شخص اپنے صدقہ کے سائے میں ہوگا جب تک کے حساب کا فیصلہ نہ ہو یعنی قیامت کے دن جب آفتاب نہایت قریب ہوگا ہر شخص پر اس کے صدقات کے حساب سے سایہ ہوگا جتنا زیادہ صدقہ دیا ہوگا اتنا ہی زیادہ سایہ ہوگا۔ ایک اور حدیث ہے کہ صدقہ قبروں کی گرمی کو دور کرتا ہے۔ ایک اور حدیث ہے کہ صدقہ برائی کے ستر دروازے بند کرتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ صدقہ اللہ کے غصے کو دور کرتا ہے اور بری موت سے حفاظت کرتا ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ ایک روٹی کے لقمہ یا ایک مٹھی کھجور یا ایسی ہی کوئی معمولی چیز جس سے مسکین کی ضرورت پوری ہوتی ہے تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرماتا ہے۔ ایک صاحب خانہ جس نے صدقہ کا حکم دیا دوسرے گھر کی بیوی جس نے روٹی وغیرہ پکائی اور تیسرے وہ خادم جس نے فقیر تک پہنچایا۔ یہ حدیث بیان کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ ساری تعریفیں ہمارے اللہ کیلئے ہیں جس نے ہمارے خادموں کو بھی ثواب میں فراموش نہیں کیا۔ ایک حدیث میں ہے کہ صدقہ فخر اور تکبر کو ہٹاتا ہے اور عمر کو بڑھاتا ہے اور بری موت کو دور کرتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدسؐ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ سے خرید لے اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو۔ میں تجھے اللہ جل شانہٗ کے کسی مطالبے سے نہیں بچا سکتا اے عائشہ کوئی مانگنے والا تیرے پاس سے خالی نہ جائے چاہے بکری کا کھر ہی کیوں نہ ہو۔ امام غزالی نے لکھا ہے کہ پہلے لوگ اس کو برا سمجھتے تھے کہ کوئی دن صدقہ کرنے سے خالی جائے چاہے ایک کھجور ہی کیوں نہ ہو۔ روٹی کا ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو اس لئے حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ قیامت میں ہر شخص اپنے صدقہ کے سائے میں ہو گا۔ (درمنثور، احیاء العلوم)

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ۝ (بقرہ:38)

اللہ تعالیٰ شانہٗ سود کو مٹاتے ہیں اور صدقات کو بڑھاتے ہیں

جو شخص صدقہ و خیرات اخلاص کے ساتھ کرتا رہتا ہے اس کی آمدنی میں اضافہ ہوتا رہتا ہے جس کا دل چاہے تجربہ کر کے دیکھ لے۔ البتہ اخلاص شرط ہے اور فخر نہ ہو اور سود آخرت میں مٹایا ہی جاتا ہے دنیا میں بھی اکثر برباد ہو جاتا ہے۔

حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آدمی ایک ٹکڑا دیتا ہے وہ اللہ جل شانہٗ کے ہاں اس قدر بڑھتا ہے کہ احد پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ اگر میرے پاس احد کے پہاڑ کے برابر بھی سونا ہوتا تو مجھے یہ بات پسند نہیں کہ میرے اوپر تین دن گزر جائیں اس حال میں کہ میرے پاس اس میں سے کچھ بھی ہو۔ بجز اس کے کہ کوئی چیز ادائے قرض کے لئے رکھ لی جائے۔ (مشکوٰۃ)

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ روزانہ صبح کے وقت دو فرشتے آسمان سے اترتے ہیں ایک دعا کرتا ہے اے اللہ خرچ کرنے والوں کو بدل عطا فرما دوسرا فرشتہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ روک کر رکھنے والے کا مال برباد کر۔ (مشکوٰۃ)

ایک اور حدیث میں ہے کہ آسمان میں دو فرشتے ہیں جن کے متعلق صرف یہی کام ہے کوئی دوسرا کام نہیں ہے ایک کہتا رہتا ہے یا اللہ خرچ کرنے والوں کو بدل عطا فرما اور دوسرا کہتا ہے یا

اللہ روک کر رکھنے والے کو ہلاکت عطا فرما۔

عقبہؓ کہتے ہیں کہ میں نے مدینہ طیبہ میں حضور اقدس ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی۔ حضور اقدس ﷺ نے نماز کا سلام پھیرا اور تھوڑی دیر بعد اٹھ کر بڑی عجلت کے ساتھ لوگوں کے مونڈھوں پر سے گزرتے ہوئے ازواج مطہرات کے گھروں میں سے ایک گھر میں تشریف لے گئے۔ لوگوں میں حضور ﷺ کے اس طرح جلدی جلدی تشریف لے جانے سے تشویش پیدا ہوگئی کہ نہ معلوم کیا بات پیش آگئی ہے۔ حضور ﷺ مکان سے واپس تشریف لائے تو لوگوں کی حیرت کو محسوس فرمایا۔ اس پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے سونے کا ایک ٹکڑا یاد آ گیا تھا جو گھر میں رہ گیا تھا مجھے یہ بات گراں گزری کہ کبھی موت آجائے اور وہ رہ جائے اور میدان حشر میں اس کی جوابدہی ہو اور اس کا حساب مجھے روک لے اس لئے اس کو جلدی بانٹ دینے کا کہہ کر آیا ہوں۔ (رواہ البخاری)

......(مشکوٰۃ)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کی بیماری میں حضورؐ کے پاس چھ سات اشرفیاں تھیں (اس وقت کہیں سے آگئی ہوں گی) حضورؐ نے مجھے حکم فرمایا کہ جلدی بانٹ دو۔ حضورؐ کی بیماری کی شدت کی وجہ سے مجھے ان کو تقسیم کرنے کی مہلت نہ ملی حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ وہ اشرفیاں تقسیم کردیں میں نے عرض کیا کہ آپ کی بیماری نے بالکل مہلت نہ دی فرمایا اٹھا کر لاؤ۔ ان کو لے کر ہاتھ میں رکھا اور فرمایا کہ اللہ کے نبیؐ کا کیا گمان ہے (یعنی اس کو کتنی ندامت ہوگی) اگر وہ اس حال میں اللہ جل شانہٗ سے ملے اور یہ اُسکے پاس ہوں۔

ایک اور حدیث میں حضرت عائشہؓ سے اسی قسم کا ایک اور قصہ نقل کیا گیا جس میں وارد ہے کہ رات کو ہی کہیں سے آگئی تھیں حضور ﷺ کی نیند اڑ گئی جب اخیر شب میں اُن کو خرچ کر دیا جب نیند آئی۔ حضرت سہیلؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے پاس سات اشرفیاں تھیں جو حضرت عائشہؓ کے پاس رکھی تھیں حضور ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ وہ علیؓ کے پاس بھیج دو یہ فرمانے کے بعد حضور ﷺ پر غشی طاری ہوگئی جس کی وجہ سے حضرت عائشہؓ اس میں مشغول ہوگئیں تھوڑی دیر میں افاقہ ہوا تو پھر یہی فرمایا اور پھر غشی طاری ہوگئی بار بار غشی ہو رہی تھی۔ آخر حضور ﷺ کے بار بار فرمانے پر حضرت عائشہؓ نے اشرفیاں حضرت علیؓ کے پاس بھیج دیں انہوں نے تقسیم فرما دیں۔ یہ قصہ تو دن میں گزرا اور شام کو کہ دوشنبہ کی رات حضور ﷺ کی زندگی کی آخری رات تھی حضرت عائشہؓ کے گھر میں چراغ میں تیل بھی نہ تھا ایک عورت کے پاس چراغ بھیجا کہ حضور ﷺ کی طبیعت زیادہ خراب ہے وصال کا وقت قریب ہے اس میں گھی ڈال دو کہ اس کو جلا دیں۔ حضرت ام سلمہؓ سے اس قسم کا اور قصہ نقل کیا گیا وہ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ تشریف لائے اور آپؐ کے چہرہ مبارک پر تغیر کا اثر تھا میں یہ سمجھی کہ طبیعت ناساز ہے میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپؐ کے چہرے پر گرانی کا اثر ہے کیا بات ہوئی فرمایا سات دینار رات آگئے تھے وہ بستر کے کونے پر پڑے ہیں اب تک خرچ نہیں ہوئے۔ حضور ﷺ کی خدمت میں ہدیہ تو آتا ہی رہتا تھا لیکن دن ہو، رات ہو، صحت ہو، بیماری ہو اس وقت تک طبیعت پر بوجھ رہتا جب تک وہ خرچ نہ ہو جائیں اور حد ہے کہ اپنے گھر کی ضرورت کا نہ حضور اقدس ﷺ کو خیال آیا نہ اُم المومنین حضرت عائشہؓ ہی کو یاد آیا کہ تھوڑا سا تیل منگوا لیں۔ جب نبی محترم ﷺ کا یہ حال ہو تو اُمتی کو اس کیفیت سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔

ایک آدمی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ کونسا صدقہ ثواب کے اعتبار سے بڑھا ہوا ہے تو حضور ﷺ نے فرمایا یہ کہ تو صدقہ ایسی حالت میں کرے کہ تو تندرست ہو اور مال کی حرص دل میں ہو اپنے فقیر ہو جانے کا ڈر ہو اپنے مالدار ہو جانے کی تمنا ہو اور صدقہ کرنے کو اس وقت تک موخر نہ کر کہ روح حلق تک پہنچ جائے

یعنی مرنے کا وقت قریب آ جائے تو تُو یوں کہے کہ اتنا مال فلاں کا اور اتنا مال فلاں کا حالانکہ مال فلاں کا ہو گیا (مشکوۃ)۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ صدقہ میں جلدی کیا کرو کیونکہ بلا صدقہ کو پھاند نہیں سکتی۔ (رواہ مشکوۃ) یعنی کوئی بلا یا مصیبت آنے والی ہوتی ہے تو وہ صدقہ کی وجہ سے پیچھے رہ جاتی ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ صدقہ کرنا ستر بلاؤں کو روکتا ہے۔ جن میں سے کم از کم درجہ حرام اور حرص کی بیماری ہے۔ (کنز العمال)

ایک حدیث میں آیا ہے کہ اپنے تفکرات اور غموں کی تلافی صدقہ سے کیا کرو اس سے اللہ کریم تمہاری تکلیفوں کو رفع کرے گا اور تمہاری دشمن پر مدد کرے گا (کنز العمال) ایک اور صحیح حدیث میں آیا ہے کہ جب کوئی مسلمان کو کپڑا پہنائے تو جب تک پہننے والے کے بدن پر ایک بھی ٹکڑا اس کپڑے کا رہے گا پہنانے والا اللہ کی حفاظت میں رہے گا۔ ایک حدیث میں ہے کہ صبح کو سویرے سویرے صدقہ کر دیا کرو اس لئے کہ بلا صدقہ سے آگے نہیں بڑھتی۔ (ترغیب)

علماء نے کہا ہے کہ صدقہ مرنے کے وقت شیطان کے وسوسے سے محفوظ رکھتا ہے اور مرض کی شدت کی وجہ سے ناشکری کے الفاظ کہنے سے حفاظت کرتا ہے اور ناگہانی موت کو روکتا ہے غرض حسن خاتمہ کا معین ہے۔

حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا کہ خوب خرچ کیا کر اللہ کی راہ پر اور شمار نہ کر اگر ایسا کرے گی تو اللہ تعالیٰ بھی تجھ پر شمار کرے گا اور محفوظ کر کے نہ رکھ اگر ایسا کرے گی تو اللہ جل شانہُ تجھ پر محفوظ کر کے رکھے گا یعنی کم عطا کرے گا۔ عطا کر جتنا بھی تجھ سے ہو سکے۔ (مشکوۃ)

قارئین کرام میں نے کوشش کی ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے ارشادات سے آپ اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کی برکات کا جائزہ لے سکیں اور حُب مال جیسی مہلک مرض سے بچ نکلیں اس میں شک نہیں کہ جو اللہ کریم کے لئے دیتا ہے اللہ کریم اسے کئی گناہ کر کے لوٹا دیتے ہیں۔ سورۃ حدید 24 میں ہے

مَن ذَاالَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضاً حَسَناً فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗ اَجْرٌ کَرِیْمٌ o

کون شخص ہے ایسا جو اللہ جل شانہُ کو قرض دے پھر اللہ تعالیٰ اس کے ثواب کو اس کے لئے بڑھاتا چلا جائے اور اسکے لئے بہترین بدلہ ہے۔

مَنْ ذَاالَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضاً حَسَناً فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗ اَضْعَافاً کَثِیْرَۃً وَاللّٰہُ یَقْبِضُ وَ یَبْسُطُ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ o

کون ہے ایسا شخص جو اللہ جل شانہُ کو قرض دے پھر اللہ تعالیٰ اس کو بڑھا کر بہت زیادہ کر دے اور خرچ کرنے سے تنگی کا خوف نہ کرو اللہ تعالیٰ ہی تنگی اور فراغی کرتے ہیں اور اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

ایک حدیث ہے کہ اللہ جل شانہُ فرماتے ہیں اے آدمی اپنا خزانہ میرے پاس امانت رکھا دے نہ اس میں آگ لگنے کا اندیشہ ہے اور نہ غرق ہونے کا نہ چوری کا میں ایسے وقت میں وہ تجھ کو پورا کا پورا واپس کر دوں گا جس وقت تمہیں اس کی انتہائی ضرورت ہوگی۔ (درمنثور)

میں سمجھتا ہوں اس مضمون کے بعد گنجائش نہیں ہے کہ ہم اپنے دکھوں کا مداوا نہ کر سکیں اور اللہ کی نصرت، فراخی اور رزق کا مسئلہ اس مضمون کے پڑھنے والا عمل کرنے کے بعد اپنی زندگی کے تمام امور میں اللہ جل شانہُ کی خاص مدد ملاحظہ کرے گا۔

اللہ کریم عمل کرنے والے کو حوصلہ عطا کرے۔ آمین۔

☆☆☆☆☆☆

شیخ المکرم کی مجلس میں سوال اور ان کے جواب

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ

عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍوَّ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْن

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمo

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمo

کسی ساتھی کا سوال ہے۔ سوالوں کا تعلق تصوف سے تو نہیں ہے فقہی سوال ہے۔

آپ کے پاس علماء حضرات تشریف رکھتے ہیں۔ یہ فقہی سوال تو علماء سے پوچھے جانے چاہئیں۔ میں تو مفتی نہیں ہوں کہ فتویٰ دے سکوں۔ فتویٰ دینا ایک فن ہے جو باقاعدہ حاصل کیا جاتا ہے، لکھا یا پڑھایا جاتا ہے۔ جو لوگ مفتی ہیں انہیں فتویٰ دینے کا حق حاصل ہے۔ بہرحال اللہ کریم نے مجھے جو توفیق دی ہے میں آپ کے سوال کی وضاحت کر دیتا ہوں۔

سوال: رزق کا تقدیر کے ساتھ کیا تعلق ہے، کوئی نوکری کرے، کاروبار کرے تقدیر میں جو لکھا ہے اتنا ہی ملے گا۔ کوئی شخص پاکستان میں کرے یا ملک سے باہر پھر بھی جو لکھا ہے اتنا ہی ملے گا۔ کیا رزق میں وہ شامل ہے جو ہم کھانا کھاتے ہیں یا مال متاع جو ہمارے پاس ہوتا ہے مثال کے طور پر پھل، کاروبار جائداد وغیرہ۔

جواب: جدید سائنس کی تحقیق کے مطابق ہر انسانی وجود میں ۱۰ کھرب cell ہوتے ہیں۔ پاؤں کے ناخن سے لے کر چوٹی کے بالوں تک سارے انسانی وجود میں تخلیقی طور پر دس کھرب سیل پیدا ہوتے ہیں۔ چھوٹا ہے تو اس کے cell چھوٹے ہوں گے۔ cell بڑھنا شروع ہوتے ہیں تو وجود بڑھنا شروع ہو جاتا ہے۔ اور جب cells میں کمزوری آتی ہے تو بڑھاپا شروع ہو جاتا ہے۔ سائنس کہتی ہے کوئی cell چھ مہینے سے زیادہ زندہ نہیں رہتا۔ اپنے متبادل cell پیدا کر کے خود مر جاتا ہے، انسانی وجود سے جھڑ جاتا ہے۔ اس کو یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ آپ کسی شخص کا لباس دیکھیں اس میں اس کے بدن کی مخصوص خوشبو انہی cells سے ہوتی ہے جو اس کے بدن سے گرتے رہتے ہیں۔ سراغ رساں کتوں کے ذریعے جو تلاش کی جاتی ہے اس میں انہی جھڑ جانے والے cells کی وجہ سے اس مطلوبہ شخص کو ڈھونڈا جاتا ہے وہ شخص جہاں سے گذرتا ہے سیل مر مر کر گرتے رہتے ہیں، انہیں کی بُو ہوتی ہے جسے وہ تلاش کرتے ہیں۔ کارگہ حیات میں جس مالک نے اتنا باریک نظام جوڑا ہے پوری دنیا کی آبادی اس وقت لگ بھگ چھ ارب کے قریب ہے۔ اور سو ارب کا ایک کھرب ہوتا ہے۔ دس کھرب cell ایک بندے میں ہیں چھ مہینے میں سارے تبدیل ہو جاتے ہیں۔ اب ضرب تقسیم دے کر دیکھیے کہ ایک لمحے میں کتنے cell مرتے ہیں، کتنے نئے پیدا ہوتے ہیں۔

ان کا تعلق مٹی سے ہے، مادی وجود کے cell ہیں۔ مٹی کو قادر مطلق

مختلف شکلیں دیتا ہے، کہیں گندم، کہیں چاول، کہیں گرم مصالحے، کہیں چائے، ساری صورتیں مٹی کی ہیں۔ کہیں گھاس، سبزہ، چارہ جانور کھاتے ہیں۔ کوئی ان کا گوشت کھاتا ہے کوئی دودھ پیتا ہے۔ مختلف شکلوں میں تبدیل ہو کر مٹی کے وہ ذرات جو اس بدن کا حصہ ہیں پہنچتے رہتے ہیں۔ پھر اُن میں کہیں کوئی غلطی نہیں ہوتی۔ یہ بہت نازک، بہت باریک نظام ہے لیکن بہت مضبوط جسے کہیں کوئی غلطی نہیں لگتی۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ انسان کا رزق، مال جو اس کا اپنا ہے، وہ ہے جو اس نے کھالیا، استعمال کر لیا یا پھر جو اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا۔ جو باقی ہے وہ اس کا صرف امین ہے۔ مال کسی اور کا ہے اس کے پاس چلا جائے گا۔ تو یہ اتنا مضبوط اور ٹھوس نظام ہے کہ کسی ایک وجود کا ذرہ جو مٹی کا ہے وہ دوسرے وجود تک نہیں پہنچتا۔ بلکہ قدرت کی طرف سے اس میں اتنی باریکی رکھی گئی ہے کہ والد جو کچھ کھاتا ہے جو ذرات اولاد کے حصے کے اس کے اندر جاتے ہیں وہ اس کے صُلب میں محفوظ ہو جاتے ہیں، اُس کے وجود کا حصہ نہیں بنتے۔ وہ شکم مادر میں منتقل ہو جاتا ہے تو اس کی روزی ماں کی طرف چلی جاتی ہے۔ کھاتی ماں ہے لیکن جو بچے کا حصہ ہے وہ اس بچے کے وجود کا حصہ بنتا ہے ماں کے وجود کا حصہ نہیں بنتا، پیدا ہوتا ہے تو غذا ماں کھاتی ہے لیکن بچے کا حصہ دودھ کی صورت میں بچے تک پہنچتا ہے۔ تو کوئی کچھ بھی کرے اپنے نصیب کا کھائے گا، اپنے حصے کا کھائے گا، زائد نہیں کھائے گا۔ اب رہا کاروبار کرنا، ملازمت کرنا، اسباب اختیار کرنے کا مقام کیا ہے، تو اسباب اختیار کرنا اطاعت الٰہی ہے۔ دنیا عالم اسباب ہے اور اللہ کریم نے اسباب میں جائز ناجائز، حلال حرام کی تمیز رکھی ہے۔ جائز اور حلال وسائل اختیار کرنا اسی طرح عبادت ہے جس طرح آپ نماز روزہ ادا کرتے ہیں۔ اس سے کیا حاصل ہوتا ہے؟ مال جائز طریقے سے حاصل ہوتا ہے، جو ضرورت سے زائد بچ رہتا ہے اس پر زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے۔ اب اس میں یہ شق لازمی ہے کہ جو لکھا ہے وہی ملے گا ملک میں نوکری کرے یا ملک سے باہر۔

ملک سے باہر نوکری کرنے کا جو مسئلہ ہے اور جو ہمارے ہاں ایک وبا ہے کہ ہم حصول رزق کے لئے مغربی ممالک کو دوڑتے ہیں، بڑی عجیب بات ہے، دنیا میں پھر کے بھی دیکھا ہے۔ بہت کم لوگوں کو ان ممالک میں خوشحال پایا ہے۔ صبح کو شام اور شام کو صبح کرنا ان کے لئے مشکل ہوا ہے۔

باہر جانے کے لئے شرعی شرط کا پورا ہونا ضروری ہے۔ بندے دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک بندہ جہاں جاتا ہے اس میں اتنی قوت ہوتی ہے کہ اپنے ساتھ کسی اور کو خواہ ملا نہ سکے لیکن خود ان کے ساتھ نہیں ملتا۔ اپنی حفاظت کرتا ہے بلکہ جہاں رہتا ہے کچھ لوگوں کو متاثر کر کے اپنے ساتھ ملا لیتا ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے غیر مسلم ممالک میں جانا نیکی ہے، ضروری ہے۔ وہ جائیں کہ کہیں بنی آدمؑ کا، کسی شخص کا بھلا ہو جائے۔ دوسری طرح کا بندہ وہ ہوتا ہے جو وہاں جا کر خود کو قائم نہیں رکھ سکتا، اس معاشرے میں ڈھل جاتا ہے۔ اس کے لئے جانا شرعاً حرام ہے۔ رزق تو اپنے حصے کا ملے گا، وہاں جا کر ایمان اور عبادات اور اعمال کو ضائع کرنے کا سبب بن جائے گا۔ تو اس کے لئے جانا شرعاً منع ہے۔ تیسری شق کا جواب حدیث شریف کے حوالے سے ہو گیا کہ ہم جو کھاتے ہیں یا جو ہمارے پاس ہے۔ ارشاد عالی ﷺ ہے کہ انسان کا مال وہی ہے جو اس نے کھالیا یا اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا۔ باقی

جو بچا وہ اس کے پاس امانت ہے۔ وہ جن کا ہے پھر ان کو مل جائے گا۔ ہمارے پاس گھر ہے، گاڑیاں ہیں، زمینیں، جائیدادیں ہیں، کاروبار ہے۔ تو کیا جب ہم پیدا ہوئے یہ ہمارے ہی پاس تھا، ہم سے پہلے ہمارے نام پڑا ہوا تھا۔ نہیں۔ کس کے پاس تھا، کون چھوڑ گیا۔ ہمارے پاس آ گیا، ہم چھوڑ جائیں گے۔ کس کو ملے گا یہ اللہ کا اپنا نظام ہے وہ جانے۔ یہ یقین حاصل ہو تو بندے کو ناجائز وسائل اختیار کرنے سے بچانے کا سبب بن جاتا ہے اور وہ حلال پہ قناعت کر جاتا ہے۔ اور یہ نصیب نہ ہو تو پھر وہ دھکے کھاتا رہتا ہے، مال سیٹتا رہتا ہے۔ اگلے روز بات ہو رہی تھی آج کل بحریہ ٹاؤن کے مالک ملک ریاض حسین کا اور اس کی دولت کا چرچا ہے، مقدمات بن رہے ہیں۔ فلاں کو اتنے کروڑ دے دیئے، فلاں کو اتنے کروڑ دے دیئے۔ باتوں باتوں میں ایک شخص کہنے لگا کہ ایک دعوت میں تھے ملک ریاض بھی تھا۔ اُسے کسی نے چاول پیش کیے تو اس نے کہا بھئی! میں تو نہ گندم کھا سکتا ہوں نہ چاول۔ میں ایسا مریض ہوں کہ کسی وقت ایک آدھا انڈہ کھا لیتا ہوں یا اور کوئی اسی طرح کی چیز۔ میں تو نہ روٹی کھا سکتا ہوں نہ چاول۔ اب ایک شخص کروڑوں بانٹتا پھرتا ہے، کھربوں روپے اس کے پاس ہیں، وہ تیس چالیس کروڑ ایسے دے دیتا ہے جیسے چار آنے دیتے ہیں لیکن اس کے نصیب میں نہیں ہے۔ پتہ نہیں کس کا مال ہے، کہاں سے آیا اور وہ کہاں خرچ کر رہا ہے، جوابدہی ساری اسے ہی کرنی پڑے گی۔ اور اپنے حصے میں کیا ہے؟ تو یہ ایک نظام ہے اللہ کریم کا بڑا ٹھوس، بڑا solid، بڑا باریک، بڑا نازک، اس میں کہیں غلطی نہیں۔ ہر ذرۂ خاک اسی بدن کا حصہ بنتا ہے جس کا اللہ نے طے کر دیا ہے۔ کسی صورت میں بھی کہیں سے اسے پہنچتا ہے، دوائی کی شکل میں، رزق کی شکل میں پہنچتا ہے۔ تو حصول رزق کے لئے محنت کرنا وسائل اختیار کرنا عبادت الٰہی ہے۔ عبادت کے لیے شرط یہ ہوتی ہے کہ کوئی بھی عبادت ہو سنت کے مطابق ہو۔ ہر عبادت کی بنیادی شرط یہ ہے کہ آپ کوئی ایسا کام نہ کریں جو سنت کے خلاف ہو۔ ورنہ وہ عبادت نہیں، بدعت ہو گی۔ عبادت اور بدعت میں یہی فاصلہ ہے۔ ہر کام تو بدعت نہیں ہے مباحات بھی ہیں۔ اب حضور ﷺ کے زمانے میں کہاں رواج تھا چائے کا، ناشتے کا اور ڈبل روٹیوں کا۔ لیکن یہ مباحات ہیں وقت کے ساتھ ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔ یہ چیزیں مباح ہیں۔ اب کوئی یہ نہیں سوچتا کہ ناشتہ کرنا عبادت ہے اگر انڈہ کھائیں گے تو کیا ثواب ملے گا اگر روٹی کھائیں گے تو اتنا ثواب ملے گا۔ نہیں، یہ امور عادیہ میں سے ہے۔ لیکن جہاں لفظ عبادت آ جائے وہ ہم اپنی مرضی سے نہیں کر سکتے، اس کے لئے اتباع سنت شرط ہے کہ وہ تعامل صحابہؓ سے سلف صالحینؒ سے ثابت ہو کہ حضور ﷺ نے ایسا کیا یا ایسا کرنے کا حکم دیا یا اس چیز کو پسند فرمایا یا اس کی خواہش فرمائی وہ بھی سنت ہے۔ تو حصول رزق میں بھی وہی اصول ہے چونکہ حصول رزق عبادت ہے۔ اس میں جو طریقے شرعاً جائز اور حلال ہیں وہ عموماً چار شمار ہوتے ہیں۔ کاروبار، ملازمت، کھیتی باڑی، اور مزدوری۔ کاشتکاری کرنا جائز حلال وسیلہ ہے۔ پھر اس کے اپنے طریقے ہیں۔ زمین کتنی ہے، آمدن کتنی ہے، اس پہ عُشر کتنا ہے؟ اگر کوئی اس سے معاوضہ ملتا ہے دولت جمع ہو جاتی ہے اور ایک سال تک surplus رہے تو زکوٰۃ آ جاتی ہے، مزدوری کرتا ہے، محنت مزدوری کرتا ہے، دیہاڑی لگاتا ہے، کاروبار، تجارت کرتا ہے، ملازمت کرتا ہے، اجرت پہ کام کرتا ہے۔ اس

کے علاوہ جو طریقے ہیں وہ جائز نہیں ہیں، سادہ سی بات ہے۔ تو جائز وسائل اختیار کیے جائیں۔ اس میں اتباع سنت اور عبادت کا ثواب ہے۔ اور ہم جو ہوس زر میں مبتلا ہو کرنا جائز وسائل اختیار کرتے ہیں، کافر معاشروں میں جا کر وہاں گم ہو جاتے ہیں۔ پھر ایک عجیب بات میں نے دیکھی ہے بعض لوگوں کے مزاج میں کچھ نہ کچھ اثر موروثی طور پر رہ جاتا ہے۔ اپنی عمر تو ضائع کر بیٹھتے ہیں پھر کہتے ہیں اب بچے جوان ہو گئے ہیں، بچیاں جوان ہو گئی ہیں، ہم واپس جانا چاہتے ہیں۔ جب وہ یہ فیصلہ کرتے ہیں تب تک بچے بچیوں کا دل وہاں لگ چکا ہوتا ہے۔ وہ کہتے ہیں آپ نے تو اپنی جوانی یہاں گذار لی ہمیں وہاں جنگل میں لے جاتے ہیں۔ پھر بچے بچیاں نہیں آتے۔ تو اگر اللہ پر بھروسہ ہو اور یہ یقین ہو کہ مجھے میرا حصہ ملے گا تو آدمی کاروبار بھی شرعی طریقے سے جائز اور حلال وسائل اختیار کر کے کرتا ہے۔ جو نصیب میں ہے وہ مل جائے گا۔

سوال: میں نے ایک بڑی تصویر بھائی عبدالقدیر کی آمد پر گھر کی دیوار پر آویزاں کی جس جگہ ساتھی نماز بھی ادا کرتے ہیں۔ امام صاحب اس تصویر سے کافی آگے کھڑے ہوتے ہیں۔ اس کمرے میں نماز پڑھنا کیا جائز نہیں؟

جواب: تصویر کا جو شرعی حکم ہے اس میں دو رائے ہیں۔ آئمہ کرام کی ایک رائے تو یہ ہے کہ تصویر سے مراد وہ چیز ہے جس کے تین پہلو ہوں۔ لمبائی چوڑائی اور بلندی (Three dimensional)۔ اس سے مراد بت ہو سکتا ہے، مجسمہ ہو سکتا ہے لیکن جو کاغذ پہ یا دیوار پہ نقش ہو جاتی ہے وہ تصویر نہیں ہے۔ ایک رائے تو یہ ہے۔ اور ڈاکٹر غلام مرتضیٰ مرحوم، اللہ ان پر رحم فرمائے مجھ سے یہ بحث فرماتے رہتے تھے۔ ایک دن مجھے فرمانے لگے حضرت میرے پاس ایک کتاب موجود ہے وہ میں آپ کو پیش کروں گا کہ تصویر جو ہے Three dimensional چیز کو کہا جاتا ہے، تمثیل کو کہا جاتا ہے۔ پھر وہ کتاب مجھ تک پہنچ نہ سکی، اُن کو شہید کر دیا گیا۔ میری ان کی ملاقات اس کے بعد نہ ہوئی اور وہ کتاب مجھ تک نہ پہنچ سکی۔ جس کا مجھے اب تک دکھ ہے کہ مجھے مل جاتی، میں مطالعہ تو کرتا، دیکھتا اس میں کیا ہے۔ دوسری رائے علماء کی، عام حضرات کی اور اکثر حضرات کی یہ ہے کہ یہ بھی جو کاغذ پہ یا دیوار پہ نقش کی جاتی ہے یہ تصویر ہی ہے۔ اس کا وہی حکم ہے۔ لیکن وہ کہتے ہیں جسے تصویر کہا جائے اس کے لیے مکمل وجود کا ہونا شرط ہے جس میں زندگی پائی جا سکے۔ اب ہمارے پاس شناختی کارڈ ہوتا ہے اس میں بھی تصویر ہے، جیب میں ہے ہم نماز بھی ادا کرتے ہیں۔ پاسپورٹ میں بھی تصویر ہوتی ہے۔ وہ بھی پاس ہوتا ہے تو ہم نماز بھی ادا کرتے ہیں، عبادت بھی کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہ جو آدھی تصویر ہوتی ہے، جس میں زندگی کا تصور نہ پایا جائے وہ تصویر کے حکم میں نہیں ہے۔ انسان کی ہو یا جاندار کی، تصویر آپ اُسے کہیں گے جو مکمل ہو، جس میں زندگی کا، حیات کا تصور پایا جائے۔ یہ اکثریت کی رائے ہے۔

اب رہی یہ بات کہ جہاں نماز ادا کی جاتی ہے وہاں تصویر ہو تو نبی کریم ﷺ نے حجرہ مبارک میں نماز ادا فرمائی۔ اس روز سامنے کی دیوار پر چھوٹا سا پردہ آویزاں تھا جس پر نقش و نگار بنے ہوئے تھے۔ تو جیسے حضور ﷺ نے سلام پھیرا تو فرمایا اس کپڑے کو ہٹا دو۔ ایک بات تو یہ ہے کہ دیواروں کو لباس کی کیا ضرورت؟ اور دوسری بات یہ کہ اس پر نقش و نگار پھول سے بنے ہوئے ہیں جو توجہ میں

خلل ڈالتے ہیں۔ سامنے ہو، اس پر نظر پڑ جائے تو یہ توجہ میں مخل ہوتے ہیں، اسے اتار دیا جائے۔ علماء کرام اس سے یہ اخذ کرتے ہیں کہ مسجد کی یا عبادت گاہ کے سامنے دیوار پر کچھ بھی نہ لکھا جائے، یہ مکروہ ہے۔ ہم ٹائم ٹیبل لٹکا دیتے ہیں سامنے کیلنڈر لٹکا دیتے ہیں، اوقات نماز کا کوئی پروگرام لٹکا دیتے ہیں یا بیت اللہ شریف کی، مسجد نبوی کی، مسجد اقصیٰ کی تصویریں لگا دیتے ہیں تو یہ سب کچھ مکروہات میں سے ہے۔ بلکہ مسجد کے سامنے کی دیوار پر آیات قرآنی لکھنا بھی جائز نہیں ہے کہ انسان کی نگاہ پڑے تو اس کی توجہ ادھر چلی جاتی ہے۔ اگر کسی نے کوئی لفظ پڑھ لیا تو پھر اس کی نماز ٹوٹ گئی۔ آپ نماز ادا کر رہے ہیں سامنے دیوار پر کلمہ شریف ہی لکھا ہوا ہے، درود شریف ہی لکھا ہوا ہے اگر آپ نے اس میں سے کوئی لفظ پڑھ لیا تو نماز پھر سے شروع کیجیے، وہاں نماز ٹوٹ گئی۔ تو جب یہ عالم ہے تو وہاں تصویر کا تو تصور ہی نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ عبادت گاہ میں تصویر لگانے کا کوئی جواز نہیں، وہ آگے ہو یا پیچھے، دائیں ہو یا بائیں، نہیں لگانی چاہیے۔ اگر تصویر نامکمل ہے، اس میں حیات کا تصور نہیں ہے تو بھی آپ کہیں باہر لگائیں، اپنے رہائشی کمرے میں لگالیں، کسی جگہ لگائیں لیکن مسجد میں نہیں۔ مسجد میں جب قرآنی آیات سامنے لکھنا منع ہیں تو پھر تصویر کی کیا حیثیت ہوگی؟ تصویر پیچھے بھی ہوگی تو توجہ تو لے گی۔ نماز پڑھ کر فارغ ہوگا پھر تو اسے دیکھے گا، آتے جاتے دیکھے گا۔ تو عبادت گاہ میں تصویر کے ہونے کا کوئی جواز نہیں خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی۔ ایسی تصویر جو تصویر کے حکم میں نہیں آتی ایسی نامکمل ہے کہ بعض اوقات پیٹ تک ہوتی ہے، بعض اوقات سینے تک ہوتی ہے تو اس میں حیات کا تصور نہیں ہے لیکن اسے بھی عبادت گاہ میں نہ لگایا جائے۔

اور سامنے کی دیوار پر تو جب قرآنی آیات لکھنا منع ہے تو پھر تصویر کا اور دوسری چیزوں کا تو تصور ہی نہیں بنتا، یہ سادہ سی بات ہے۔ یہ فقہی مسائل ہیں۔ میں نے وہ عرض کر دیا ہے جو میرے علم میں ہے فتویٰ یا فیصلہ دینا مفتیانِ کرام کا کام ہے۔ میں تو عالم نہیں ہوں سارے عالم فتویٰ نہیں دے سکتے۔ جب تک کسی نے افتاء کا کورس نہ کیا ہو اور فتویٰ دینے کی سند نہ حاصل کی ہو۔ مفتی کو حق ہے کہ وہ فتویٰ دے۔ بات چل پھر کر وہیں پہنچتی ہے کہ کس کا اللہ کریم اور اللہ کے حبیب ﷺ سے کتنا تعلق ہے اور کتنی گہرائی سے ہے۔ ہم بعض اوقات ذرائع اور وسائل میں پھنس جاتے ہیں۔

یہ صحیح ہے کہ شیخ سے محبت بہت ضروری ہے کیونکہ دلوں سے دلوں کو جو کیفیات اخذ کرنی ہوتی ہیں وہ بغیر محبت کے نہیں ہوتیں۔ دل سے اگر دل نے کچھ لینا ہے تو دل کا دل سے رابطہ ہوگا تو لے گا اور اسی کو محبت کہتے ہیں۔ الحمد للہ جب سے مجھے اپنے شیخ کی رفاقت نصیب ہوئی۔ بیسیوں اتار چڑھاؤ زندگی میں آئے ربع صدی، پچیس برس الحمد للہ صحبت حاصل رہی۔ مجھے پچیس برسوں میں کسی بڑے سے بڑے عالم سے کوئی چیز حاصل کرنے کا نہ موقعہ آیا نہ دل میں ایسا خیال آیا۔ کوئی مسئلہ تک کسی سے نہیں پوچھا۔ پڑھا، سیکھا، سمجھا، جو کچھ حاصل کیا یا نہ کیا جو بھی تھا ساری دلی توجہ ایک شیخ پر مرکوز رہی اور الحمد للہ خالص رہی۔ علماء کی عزت کرتے تھے صوفیاء کی عزت کرتے تھے، کرتے ہیں، کرتے رہیں گے۔

ہر گل را رنگ و بوئے دیگر است

ہر ایک کا اپنا ایک کام ہے لیکن ضرورت محسوس نہیں کی کہ کسی کام کے لیے کسی دوسرے کی طرف متوجہ ہوا جائے۔ یہ ایک قلبی تعلق ہوتا ہے محبت کا۔ محبت اور شئے ہے، وسیلہ اور شئے ہے، اور

منزل اور شئے ہے۔ منزل وصول حق ہے۔ منزل ذات کریم رسول اللہ ﷺ ہے جن کے پاس وصول حق نصیب ہوتا ہے۔ اور حضور ﷺ نے بھی کبھی اپنے آپ کو تو سجدہ نہیں کروایا۔ جو حضور ﷺ تک پہنچا، عہد نبوی میں جسے ایمان نصیب ہوا تو حضور ﷺ نے صف پر کھڑا کر کے فرمایا، میں بھی اللہ کو سجدہ کرتا ہوں تم بھی براہ راست اللہ کو سجدہ کرو۔

کر دیا ہم سخن بندوں کو خدا سے تو نے

ہر ایک کو براہ راست وصول حق نصیب ہوا۔ منزل وصول حق ہے لیکن اس کے ذرائع اور وسائل جو ہیں ان سے محبت بھی ہوتی ہے اور ان کی حفاظت بھی کرنا پڑتی ہے۔ اگر ہمیں یہاں سے لاہور جانا ہے، ہمارے پاس گاڑی ہے تو یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم اس میں تیل نہ ڈالیں، پانی نہ ڈالیں، اس کی صفائی نہ کریں اور بھگاتے جائیں کہ لاہور پہنچ جائیں گے۔ کیسے جائیں گے؟ اس کی حفاظت، اس کی دیکھ بھال، اس کی ضرورتیں پوری کرنا ضروری ہیں۔ لیکن وہ گاڑی منزل نہیں ہے۔ ہماری منزل تو وہ ہے جہاں ہم نے پہنچنا ہے۔ گاڑی اس کا وسیلہ و ذریعہ ہے۔ اس کی اہمیت اس منزل کے حوالے سے ہے کہ یہ وہاں تک لے کر جائے گی۔ تو شیخ کی محبت میں شیخ کو منزل نہیں بنالینا چاہیے۔ نہ صرف محبت بلکہ عشق ضروری ہے، جنون ضروری ہے، جنون کی حد تک محبت ہونی چاہیے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ یہ محبت اللہ کے لیے ہے، اللہ کے حبیب ﷺ کے لئے ہے۔ منزل اللہ کی ذات ہے، بارگاہ رسالت ﷺ ہے۔ بارگاہ رسالت ﷺ وہ منزل ہے کہ وہاں جو پہنچا واصل باللہ ہو گیا، وصول حق نصیب ہو، اور نہ خود تو حضور ﷺ کی ذات نے اپنے آپ کو نہ سجدہ کرنے کا حکم دیا نہ کسی کو اجازت دی۔ بلکہ میں کل ہی طبقات ابن سعد دیکھ رہا تھا مدینہ منورہ کے ایک صحابیؓ احد میں شہید ہو گئے تو ان کے گھر پر حضور ﷺ تسلی کے لئے تشریف لے گئے۔ وہاں کچھ بیبیاں ان کا افسوس کر رہی تھیں اور کچھ شعر پڑھ رہی تھیں جس میں شہید ہونے والے کی فضیلت، اللہ کی رحمت کا ذکر بھی تھا، اور ایک مصرعہ یہ بھی تھا کہ ہم میں وہ نبی ﷺ موجود ہے جو جانتا ہے کہ کل کیا ہونے والا ہے، تو حضور ﷺ نے اسے فوراً روک دیا۔ یہ مصرعہ مت کہو اس شعر میں سے یہ مصرعہ نکال دو۔ آپ نے خبر تو قیامت تک کی دی، عالم امر کی دی، جنت و دوزخ کی دی، برزخ کی دی لیکن فرمایا یہ سب کچھ وہ علوم ہیں جو مجھے اللہ عطا کرتا ہے اور تم سب کو پہنچانے کا حکم دیتا ہے۔ یہ تو وہ علوم ہیں۔ وہ کتنے ہوں گے جو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے درمیان ہیں، جن سے ہمارا تعلق نہیں ہے نہ ہماری حیثیت ہے کہ ہم ان علوم کو حاصل کر سکیں یا برداشت کر سکیں، وہ کتنے ہوں گے۔ اس کے باوجود حضور ﷺ نے فرمایا، کل کیا ہو گا یہ اس کی شان ہے، میرے لیے یہ جملہ نہ کہا جائے۔ تو یہی عالم ہے کہ وہ پوری کتاب ہمارے پاس ہے کہ کس طرح مشائخ کا احترام کیا جانا چاہیے، کتنی محبت کی جانی چاہیے، کتنا ادب کیا جانا چاہیے کہ محبت شیخ میں اتنا آگے نہ نکل جائے کہ شیخ ہی کو منزل سمجھ لے۔ شیخ ایک ذریعہ ہے، وسیلہ ہے شیخ کی اپنی اہمیت ہے، منزل وصول حق ہے۔ تو یہ بڑا نازک سا معاملہ اور رشتہ ہے اور اس پر پوری احتیاط اور نگہداشت سے قدم بقدم چلنا ہوتا ہے۔ اللہ کریم نیک عمل کی توفیق ارزاں فرمائیں، سمجھ اور شعور عطا فرمائیں اور انجام بخیر فرمائیں۔ آج بتا رہے ہیں کہ لاہور میں تو بڑی موسلا دھار بارش ہو رہی ہے۔ دعا کیجیے اللہ کرے یہاں بھی ابر رحمت ہو جائے۔ اللہ کریم مہربانی فرما دیں۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن۔

☆☆☆☆☆

بقیہ:اداریہ

جنہوں نے زخمی کیاان سے عذاب ٹلا رہے ہیں۔ ہمارا عشق کیسا ہے کہ ہم بھائیوں کی املاک جلا رہے ہیں، ہم سڑکوں پر آوارہ ڈنڈے لے کر نکل آئے ہیں، راہ گزرتے مسافروں کی گاڑیاں توڑ رہے ہیں۔ بیمار گاڑی میں پڑا ہے، وہ مرجائے ٹریفک بند ہے، جلوس کھڑا ہے، شور ہو رہا ہے، ہسپتال تک نہیں جا سکتا۔ اس ملعون کا کیا بگڑا جس نے یہ جسارت کی۔ شاید اس نے یہ جسارت ہی اس لئے کی ہو کہ مسلمانوں کو آپس میں دست وگریبان کیا جائے۔ اس طرح تو لوگ اس کا مقصد پورا کر رہے ہیں۔ امریکہ میں اگر کوئی اس طرح کی فلم کسی پُرانے امریکی صدر جو مر گئے، گزر گئے کے خلاف بھی بنادے؟ پرانے صدور جارج واشنگٹن یا ابراہیم لنکن کے خلاف بنادے، کیا اسے امریکہ Tolerate کرے گا؟ حالانکہ امریکی صدر تو کوئی دینی شخصیات نہیں تھے۔ کیوں ایک ملک کا شہری اس طرح کرے اور وہ ملک اسے نہ پوچھے؟ مسلمان ممالک 55/56 کی تعداد میں ہیں۔ اپنے اپنے ملک میں اپنی اپنی قوم کو اکٹھا کر کے قرادادیں پاس کریں۔ سارے 56 اسلامی ممالک اگر متفقہ طور پر اجلاس کر کے ایک طرف کھڑے ہو جائیں کہ یہ نہیں ہونے دیں گے، تو کون ایسا کر سکتا ہے؟ اللہ کیلئے، ہماری حکومت کو بھی چاہیے کہ اس قوم کو سمجھائے اور حکومت پہلے خود سمجھے۔ آل پارٹیز کانفرنس بلائے، تمام سیاست دانوں کو اکٹھا کرے، دینی سیاسی اور دُنیاوی سیاسی جماعتوں کو بُلائے، سب کے سامنے بات رکھے۔ ایک متفقہ قرارداد پاس کرے اور اسے UNO کے سیکرٹری جنرل کو دے کہ اس طرح کیوں کیا جاتا ہے؟ ایک بین الاقوامی ضابطہ بنایا جائے کہ کسی بھی نبی کی کوئی شخص توہین نہیں کرے گا۔ اور اگر کرے گا تو اسے یہ سزا ملے گی۔ یہ فضول حرکات نہیں ہوتیں، یہ حرکات لوگ جان بوجھ کر کرتے ہیں اور وہ ٹمپریچر چیک کرتے رہتے ہیں کہ ان میں ابھی کتنی جان باقی ہے۔ قصاب جانور کو ذبح کرتا ہے، اُلٹی چُھری سے اس کے نخنے ٹھکورتا ہے اگر وہ ٹانگ کھینچتا ہے تو تھوڑی دیر رک جاتا ہے کہ ابھی کھال نہیں اتارنی تھوڑی دیر بعد ٹھکورتا ہے اگر وہ ٹانگ نہیں ہلاتا تو وہ کھال اتارنے لگ جاتا ہے۔ یہ کفار مسلمانوں کے ٹخنے ٹھونک رہے ہیں کہ ذبح تو ہم نے انہیں کر دیا۔ لباس انہوں نے ہمارا پہن لیا ہے، بیٹیاں اور بچے انہوں نے ہماری طرح آوارہ کر دیئے، فلمیں یہ سارا دن ہماری دیکھتے ہیں، سی ڈی یہ سارا دن ہماری سنتے ہیں، گانے یہ ہمارے گاتے ہیں، ذبح تو ہو چکے لیکن کیا ابھی کوئی جان باقی ہے؟ کھال اتاریں یا نہیں، وہ ٹخنے ٹھکورتے ہیں، آپ پھڑ کنے لگ جاتے ہیں۔ پھر وہ کہتے ہیں تھوڑی دیر اسے رہنے دو، اگلے سال دیکھیں گے۔ غیرت ایمانی کا تقاضا یہ ہے کہ آپ سراپا غلامِ محمد ﷺ بن جائیں آپ کو احتجاج کرنا ہے تو اپنے حلیہ سے لے کر دل تک اور ظاہر سے لے کر باطن تک محمد رسول اللہ ﷺ کے غلام بن کر جواب دیجئے کہ لو بھئی تم نے یہ کیا تھا، ہم یہ کریں گے۔ عملاً انہیں آپ مسلمان نظر آئیں۔ اپنے ملک سے ظلم ختم کر دیں، رشوت ختم کر دیں، چور بازاری ختم کر دیں، لوٹ مار ختم کر دیں، حلال روزی کمائیں اور اپنے ساتھ دوسروں کو بھی پالیں اور ان سے آگے نکل جائیں تا کہ وہ آپ کی طرف دیکھنے کی جُرأت ہی نہ کر سکیں۔

Ameer

توسیع مسجد دارالعرفان منارہ

آج سے 32 سال قبل جس مسجد کا سنگِ بنیاد حضرت مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ نے رکھا تھا آج وہ پوری دنیا کے لیے تصوف کا مرکز بن چکی ہے،

یہ وہی قافلہ ہے جسے اس کے میرِ کارواں نے نہایت مجاہدے سے شروع کیا اور یہ رواں دواں ہے توسیع کا سنگ بنیاد

حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی نے

جمعۃ المبارک بمطابق 25 مئی 2012 کو رکھا

مسجد دارالعرفان کے توسیعی منصوبے پر 39 ملین روپے لاگت آئے گی اور یہ 01 سال میں مکمل ہوگا

مسجد کے ہال میں بیک وقت 4500 نمازیوں کی گنجائش موجود ہوگی۔

اگر کوئی ساتھی اس مسجد میں اپنے ایک مصلیٰ کا ہدیہ (جو تقریباً 15 ہزار روپے پاکستانی) اندازہ کیا گیا ہے جمع کروانا چاہے تو دارالعرفان مرکز یا ضلعی امراء سے رابطہ کر سکتا ہے

منجانب: مرکزی دفتر دارالعرفان منارہ تحصیل کلر کہار ضلع چکوال

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ﴿٢٢﴾

ترجمہ: اور بلاشبہ ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لیے آسان کر دیا تو کوئی ہے جو نصیحت حاصل کرے

اکرم التراجم

قدرت اللہ کمپنی کے تیار کردہ دیدہ زیب قرآن پاک

شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

کا تحریر کردہ آسان اور عام فہم زبان میں اردو ترجمہ

اب آپ ہماری ویب سائٹ www.naqashbandiaowasia.com پر بھی پڑھ سکتے ہیں

شیخ المکرم کے تازہ ترین بیانات ہر جمعہ کی شام ہماری ویب سائٹ www.oursheikh.org پر سن سکتے ہیں

منجانب: صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان ایڈمنسٹریٹر دارالعرفان منارہ 0543-562200

The more this cognition develops, the greater the feeling of powerlessness and (helplessness, and the greater the realization of one's humbleness,) nothingness. These are such delicate matters, that they may seem apparently inconsequential, but they affect a person's entire afterlife, his Hereafter, and at times become the cause of wasting the total effort and hard work of a whole lifetime. Therefore they must be paid due attention. And pray for each other, I pray for you, and you should pray for me that Allah Kareem may protect me from such things. My job is that I pray for all of you that Allah Kareem protects you from all such things, because I have observed many such instances also. It is a very alarming condition, very strange events that one is shocked to observe. I have seen such persons, who had very clear Mushahidaat (spiritual visions), had very high spiritual stations, they remained for ages, with great sincerity, in the company of Hazrat Ji-rua, and their states were excellent.

I recall someone; we were going to Peshawar with Hazrat Ji-rua, and I was carrying my pistol with me. I always equip myself with arms, have done so all my life, and so it is, even now. I gave my pistol to this person to keep it for a while. In those days it was worn around the neck. It was time for Salah, and there was a Masjid by the roadside. Hazrat Ji-rua asked to stop the car, and announced we would offer the Salah in the roadside Masjid. We offered our Salah there, and as we were coming..... towards the car, the person addressed Hazrat Ji-rua and said, 'Hazrat! It is amazing, I saw the angel record greater reward for my Salah than for other companions; what have I done that a greater reward has been written for me?' Hazrat Ji-rua looked at him and saw that he had the pistol around his neck, so he said, 'You were armed when you offered the Salah. This too is a Sunnah, so you had followed one Sunnah more than the rest. The Holy Prophet-saws had also offered his Salah while being armed during the Ghazwaat (battles), so this additional Sunnah gave you the added reward.' That was the level of his spiritual visions! Then I saw this person drift away from the centre, and he began using his spiritual visions for the mundane affairs of people. 'I will 'see' and tell you what you should do; you will get so much money; if you do this you will be able to achieve success in your work, how much will you give me out of this. '.... Look where this thing began and where it ended!

Then he died quite some time back. One day a thought occurred to me, that our companionship had lasted a long time, now that he has departed from the world, let us see what he is doing. Astaghfir Allah! I saw that, there is a net made with strings of fire in the grave, and he is suspended in it...just like the net bag we take to buy vegetables, and carry our fruit and vegetables in it. What is amazing is that his body is in human form; while, a body without Iman does not remain in human form.

To be continued

seclusion, keeping his Fasts, performing Zikr, all his deeds are proper and permitted, and he wants to acquire the spiritual states; but the outcome, as the Holy Prophet-saws has stated, will be according to the intention within his heart ;which will be graded as a grave crime: the desire to use this asset, meant for Allah's Greatness, for his self-glorification. Similarly, if one's intention for making the effort is that, 'It will enable me to acquire Kashf (Spiritual Vision), and people will regard me spiritually accomplished, and I will inform people about the events in the graves, and tell people about their worldly affairs, so people will greatly respect me'; however, the outcome will depend upon his intentions, as stated by the Holy Prophet-saws. Apparently, he performed worship, acted righteously, stayed up at night performing Zikr, but his Niyyat was neither for the Glorification of Allah, nor for obtaining Divine Nearness, nor for acquiring Divine Pleasure, but was for his own aggrandizement. The Scholars of Tasawwuf regard this as Shirk (polytheism). They are very strict about this issue, maintaining that it is certainly polytheism, because he made himself a partner with Allah; he wants to establish his own greatness, and wants people to acknowledge it.

This is indeed, a very delicate issue. We are human, and we have come a long way from the blessed times (era) of our Holy Prophet-saws; fourteen centuries have come between us. The span ofcenturies is indeed a very long distance in terms of time, and it requires great courage to traverse this tremendous time span of centuries,and obtain the Prophetic blessings with a sincere heart. It is a very difficult task and can only be achieved by Allah's Grace alone. And, it must be remembered that, along with it, a feeling of self-greatness, of some degree, does creep into the mind, 'I have become greatly accomplished', and he starts considering himself superior to the others. Not only he takes service from others, but also begins to accept material gratification. Is all this effort oriented towards collection of a few measly coins? My friend! Take a gun some day, go and stand by the roadside, holdup a couple of buses, and safely make good with as much loot as your heart desires; and since this government does not feel seriously concerned, the crime report will be recorded against some 'unknown' offenders. So, why do you want to sell this effort and hard work, and the spiritual states of the heart, just for a few coins?

What is a human being and what greatness does he have? Allah Kareem has covered up a human being, has kept him behind a curtain; otherwise just a thorn prick resulting in oozing blood nullifies his ablution (Wuzu) and if it stains his clothes, they too become polluted. The inside of his body is filled with similar matter. A heap of clay and a collection of various types of filth. Allah by His Mercy has covered him with skin, and kept him draped. A human being is nothing; all greatness is for Allah alone. And the end result of all the effort and work is to attain more and more cognition of Divine Greatness.

Purity of Intention (Niyyat)
Translated Speech of
His Eminence Ameer Muhammad Akram Awan-mza
Shaikh Silsilah Naqshbandiah Owaisiah
Monthly Ijtema 8th April 2012

All Praiseworthy Attributes are for Allah, the Rabb of all worlds. Peace and Salutations be on His Messenger Muhammad saws, and his family.

"Actions are judged according to their underlying intentions," or as said the Messenger-saws of Allah.

The noble quote of our Exalted Prophet-saws means that deeds are based upon the intentions, upon the inner resolve, no matter what the outward action may look like. The terms 'intention' and 'resolve' are actually feelings of the heart; in fact intention is the name of a condition or a state of the heart. Now, the Niyyat (intention) that we make for our Salah such as: 'Four Rak'at for Zohar', 'Three Rak'at' for Witr', is considered as Bid'at (innovation) by the Scholars of Jurisprudence. Had it been a part of the Salah, then it would have also been in Arabic, just like the rest of the Salah, which comprises the Holy Quran, the Surah Fatihah and Quranic Ayaat (Verses) or Tasbihaat (Glorifications). Now, an Urdu speaker makes this Niyyat in Urdu, a Punjabi speaker in Punjabi, an Arabic speaker in Arabic and a Pushto speaker in Pushto; so it is understood that it is not an integral part of the Salah or an established Shari'ah rule,but is a man-made rite.However the Scholars allow this concession, since the condition of the people is such that, unless they verbalize the Niyyat that 'I am offering four Rak'at Farz of Zohar', they will not remember whether they have offered three Rak'ats or four; although within their hearts the intention is present, the time is also of the Zohar Salah, people get up at the time of Zohar, so obviously the Niyyat has been made within their hearts. If people were to stop verbalizing the Niyyat, they would not remember the number of Rak'ats they have offered, what they have recited and what they have yet to recite; therefore, it has been allowed, so that a person does not forget that the Rak'ats he had to offer were: Four, three, or two; and, whether he has already offered two or one. This is the reason for the permission by the Scholars, but it is not part of the Salah, because Niyyat is the name of the feeling within one's heart. Now, if someone has a feeling deep within his heart such as: 'If only I could have the Marakbaat (Spiritual Meditations), or if only I could display one Karamat (a marvel), then people would fall at my feet, would also give me money, serve me, and flatter me'. Though outwardly, he appears to be performing his worships, reciting the Quran or undergoing the intense forty day religious

Those who believe and whose hearts find satisfaction in the Remembrance of Allah. Verily in the Remembrance of Allah do hearts find rest," Surah Al Ra'd v 28."

"Once someone's heart becomes Zakir, (his heart will be at rest and) the same effect will be felt by anyone coming into his company. This is the effect of Zikr e Qalbi and this is exactly how it should have been. It would have been surprising had it not been so."

It was the habit of the Principal that, after spending Sunday in Lahore he would return to Jhelum on Monday morning by train and directly join the college assembly. One morning on his return from Lahore he came to the assembly hall, took hold of Hafiz Sahib's hand, and in a show of excessive feelings, kissed it in front of everybody. Hafiz Sahib brought him into his office and asked him the reason for his strange action. The Principal told him accusingly, "Why did you keep me in the dark up to now? In Lahore, I took a taxi and the driver seemed to have a very saintly appearance. I asked him if he was associated with a holy man. He, in turn, asked me who I was and where had I come from. When he heard the name of Degree College Jhelum, he asked why I was searching; as I already had a person to guide me. When I asked who, he took your name. Now the secret is out but why didn't you tell me before?"

After this, Ashraf Siddiqi also started doing Zikr with Hafiz Abdur Razzaq rua in Jhelum. Previously due to mental stress and depression, he had to resort to daily injections of Pethidine but on commencing... Zikr he got rid of his malady. The taxi driver who laid bare Hafiz Sahib rua's secret was Maulvi Fazal Husain rua who, until a short while ago was recognised as a Pir in Lahore, but now worked for his living as a taxi driver. He had the honour to spread the Silsilah in Lahore.

Maulvi Fazal Husain rua

Maulvi Fazal Husain initially belonged to the Silsilah Naqshbandiah Mujaddidiah, and was one of the Khalifah (Successor) of Hazrat Fazal Ali Qureshi rua, about whom Hazrat Ji rua had stated in 1963, that anyone possessing knowledge of Tasawwuf in the subcontinent derived their blessings from Hazrat Fazal Ali Qureshi rua, otherwise these blessings had vanished from the face of the earth. Maulana Abdul Ghafoor Madni rua was also a Khalifah of Hazrat Fazal Ali Qureshi rua, and after the Shaikh's death he instructed Maulvi Fazal Husain and gave him Khilafat in two Silsilahs, the Naqshbandiah and the Qadriah, after which Maulvi Fazal Husain-rua came and settled in Lahore (Salamatpur) and took to reforming the believers.

After some time he decided to go and settle in Madinah Munawwarah. Upon his arrival there he went to pay his respects to Maulana Abdul Ghafoor Madni rua, who on seeing him ordered him to return to Lahore at once.

To be continued

Since the Rooh is wise and mature from the Day of Witnessing (Roz-e-Alast, when all the souls witnessed before Allah-swt that He was their Lord God), therefore even (the spirit of) an infant can converse in Barzakh, because there the body is subordinate to the Rooh. It was learnt from Hazrat Ji rua's son that his mother bathed and dressed him, when a woman came from outside and looked at him with an evil eye which rent his heart caused his immediate death.

Hafiz Ghulam Gilani would sometimes visit his former Sufi establishment due to past association, but for a long time had been troubled by their practice of kissing the gravestone of the dead Shaikh. He mentioned his reservation to the librarian of the establishment who was also an Alim, and quoted from the Hanafi book 'Durr-e Mukhtar' about the correct Shari'ah rule. The librarian replied, 'Which Wahabbi have you met before coming here? Let us ask the Shari'ah ruling on this issue from the Khalifah Sahib(present Shaikh)'. Hafiz Ghulam Gilani replied, 'There is no need to ask him. I can inquire it directly from the resident of the grave'. When Hazrat Ji rua was told of this he said, 'Generate such ability within yourself that you can kiss the hand of the person in the grave. What is the point of kissing a stone?

These days, after reading a few books on Tasawwuf, it has become fashionable to embellish it with philosophy, but instead of spewing empty words,to actually make people see the Reality is quite another matter.This instruction of Hazrat Ji rua is a ... fact and there are hundreds of witnesses to prove it. Those lucky persons who have had the honour to make Roohani Bai'at on the Holy Prophet saws's Holy hand can never forget Hazrat Ji rua's words instructing them to " Step forward, Huzoor, (the Holy Prophet saws), is extending his hand, hold his Holy hand with both hands, kiss it, touch it to your eyes....."

The remembrance of those faith-laden moments remain the total wealth of one's life. Recalling those sweet moments, even today, the Rooh trembles and eyes become moist What greater fortune can there be for the Ahbab, who while kissing the Holy hand, were also able to spiritually see the Holy Prophet saws.

In accordance with the wishes of Hazrat Ji rua, Hafiz Abdur Razzaq-rua came from Jhelum to Chakwal every week for the weekly Biayan and Zikr, but in Jhelum, he restricted the Zikr and meditation to himself. In 1963, a new principal of the Degree College Jhelum, Ashraf Siddiqi, was posted from Peshawar and an extra duty was imposed on Hafiz Sahib. The order from the Principal was that Hafiz Sahib should spend as much time as possible in his office. When inquired the reason for the order, he became tearful and said, 'I have never found peace in my life, but since I have met you I have had the first breath of tranquillity. Whatever time I spend with you, I feel I am in Paradise.'

When Hafiz Sahib mentioned this to Hazrat Ji rua, he said, "You should have understood the reason. Have you not paid...

Hayat-e-Javidan Chapter 18
(Translation)A Life Eternal
OPENING THE DOORS OF THE SILSILAH

he was asked by Hazrat Ji rua to return to Chakwal one day every week to address the Zikr assembly on the topic of Zikr Allah, and on this day the new Ahbab would be specially invited. His well-reasoned talk followed by an intense Zikr session, proved very effective for motivating the new Sathis (members).

Every new Sathi was a source of inviting his family and relatives into the Silsilah. No further proof was required for the effectiveness of Zikr after noting the substantial changes brought about in one's personality. Gradually, Zikr circles were established in many homes in Chakwal. Along with the head of the family, women and children would join in the Zikr and due to the purity of their hearts, many of them attained spiritual vision which acted as a means of strengthening their trust and confidence. Although at different places women had individually started doing Zikr, but Mohara Kor Chashm has the honour of being the first post where in 1962-3, about a 100 women formed an exclusive female Halqah Zikr (Zikr circle).

Hafiz Gilani Sahib was a teacher and the librarian in the Chakwal High School. For many years he had been associated with a well-known Sufi establishment, but was as yet unacquainted with the Path of Sulook. When in 1963, he was fortunate to meet .... Hazrat Ji rua he pleaded, 'Hazrat, I have made Bai'at at an establishment for many years but I have not been able to profit from my association, I would like to learn Zikr Allah.' One look at the seeker ascertained Hazrat Ji rua of his sincerity, and he remarked, "I am collecting pebbles, maybe one of them turns out to be the diamond who becomes the means of his and my 'Nijat' (salvation)."

Then he remained silent for a while and added, "Look my son, There are two specific things: Cure and Prevention. The treatment is effective only if prevention is exercised. The Cure is the (Zikr of) Personal Name (of Allah), the Prevention is (the following of) the Sunnah of the Holy Prophet saws. If you are willing to do this, then I shall present you an ocean that will not dry up till the Day of Judgment."

When Gilani Sahib entered the Zikr circle, Allah swt blessed him with spiritual vision, sighting and the ability to speak with the spirits. When Hazrat Ji rua found out, he gave him special instruction in this field., He made him converse with the 'Dherhi walay Faqir' in the Chakrala graveyard, who informed him that he arrived here after receiving 'Faidh' (beneficence) in Delhi. Hazrat Ji rua's young son Ameen ud Deen, whom he loved very much and later named his grandson after him, was also buried. here

ماہنامہ المرشد

لاتقوم الساعة حتّٰى لایقال فی الارض اللہ اللہ

Certainly Qiamat will not occur till there remains in the world even a single person who remembers Allah.

"Deen" is simply what the Prophet (S.A.W) of Allah (SWT) informed and taught us about. And by "tassawuff" we mean sincerity of purpose and inner feelings which are developed by practising the teachings of the Holy Prophet (S.A.W) from the core of the heart.

Hazrat Sheikh ul Mukaram
Ameer Muhammad Akram Awan MZA

November 2012
Zul Hajj / Muharram 1433h

MONTHLY AL-MURSHID PS/CPL # 15
17-AWASIA SOCIETY-COLLEGE ROAD, TOWN SHIP LAHORE

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو وڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ ایپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ ایپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کرسکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور ایپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کرسکتے ہیں۔

1- مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2- مشکوٰۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔ 3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہیں آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہیں پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔ 4- اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔ 5- حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6- ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8- اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔ 9- سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فورا ایپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کرسکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کرسکتے ہیں۔ 03235205255